سنکلئیر بی فرگوسن
جوئل آر بیکی
مائیکل اے جی ہیکن

کلیسیا کی تاریخ 101

بیس صدیوں کی سُرخیاں

کلیسیا کی تاریخ

101

کلیسیا کی تاریخ 101

بیس صدیوں کی سُرخیاں

سنکلئیر بی فرگوسن

جوئیل آر بیکی

مائیکل اے جی ہیکن

REFORMATION HERITAGE BOOKS · RHB · SOLUS CHRISTUS

UCRT
URDU CENTER FOR REFORMED THEOLOGY
اُردو سنٹر فار ریفارمڈ تھیولوجی

جُملہ حقوق بحق ناشرین محفوظ ہیں

نام کتِاب		کلیسیائی تاریخ
مُصنفین:		سنکلئیر بی فرگوسن، جوئل آر بیکی ، مائیکل اے جی ہیکن
مترجم:		رَسف سرفراز
زیرِ نگرانی		ڈاکٹر ایلیاہ میسی (بانی/ڈائریکٹر: اُردُو سنٹر فار ریفارمڈ تھیولوجی)
اشاعت		۲۰۲۴
ناشرین:		اُردُو سنٹر فار ریفارمڈ تھیولوجی

اِس کتاب کا ترجمہ اور اِشاعت ”ریفارمیشن ہیریٹیج بُکس “(Reformation Heritage Books) گرینڈ ریپڈز میشیگن امریکہ کی اجازت سے کی گئی ہے۔ آپ اِس کتاب کو ہماری ویب سائٹ اُردُو سنٹر فار ریفارمڈ تھیولوجی www.ucrt.org سے مفت حاصل کر سکتے ہیں مگر یہ کتاب فروخت کے لئے نہیں۔

فہرستِ مضامین

دیباچہ vii

1. پہلی صدی: رسولی بنیادیں؟ 1
2. دوسری صدی: شُہدا اور اِیمان کا اقرار کرنے والوں کی کلیسیا 3
3. تیسری صدی: ایذا رسانی اور بِدعت؛ اور غین اور طرطلیان 5
4. چوتھی صدی: مسیحی سلطنت کا آغاز 9
5. پانچویں صدی: خدا کا شہر اور اِنسان کا شہر 13
6. چھٹی صدی: جسٹنین، بینڈکٹ اور سکاٹ کا تبدل 17
7. ساتویں صدی: گریگوری اعظم اور طلوعِ اسلام 21
8. آٹھویں صدی: مسئلہ بُت شکنی 25
9. نویں صدی: کلیسیا میں اقتدار کے لئے جدوجہد؛ رترامنس اور گوتشالک .. 29
10. دسویں صدی: تاریک دَور 33
11. گیارھویں صدی: کلیسیائی فرِقے / تقسیم؛ کینٹربری کا انسلم 37
12. بارھویں صدی: صلیبی جنگیں 41
13. تیرھویں صدی: فرانسس اسیسی اور تھامس اکیانوس 45
14. چودھویں صدی: کلیسیا کی بابلی اسیری اور جان وِکلف 49
15. پندرھویں صدی: احیائے علوم، ہس، ساونارولا، گروٹ 53
16. سولہویں صدی: لوتھر، کیلون اور اصلاحِ کلیسیا 57
17. سترھویں صدی: اِنگلستان میں اصلاحِ کلیسیا 61
18. اٹھارویں صدی: عظیم بیداری 65
19. اُنیسویں صدی: جدید علمِ الٰہی اور بادشاہی کے معماروں کا آغاز 69
20. بیسویں صدی:: متناقضوں کے دور 73

دیباچہ

مسیحیوں کے لئے کلیسیائی تاریخ اہم ہے۔اوّل، یہ بائبل مقدس میں پائے جانے والے لوگوں کے ساتھ خدا کے وفادار سلوک کی تاریخ کو جاری رکھتی ہے اور پھر ہماری موجودہ دُنیا میں مسیح کی جاری زِندگی اور کام کو قلم بند کرتی ہے۔ دوم، ہمیں حکم دِیا گیا ہے کہ ''تو اُس سارے طریق کو یاد رکھنا جس پر۔۔۔ خداوند تیرے خدا نے۔۔۔ تجھ کو چلایا'' (اِستثنا ۸ باب ۲ آیت) اور اپنی اولاد کو اِن کی تعلیم دے'' (زبور ۷۸ باب ۵ تا ۶ آیات)۔ سوم، کلیسیائی تاریخ ہر دَور کی کلیسیا کی تعلیم کے مطابق، ہمارے عقائد اور طرزِ عمل کا جائزہ لینے کے لئے ایک سیاق وسباق فراہم کرتے ہوئے ہمارے اِیمان کو اُجاگر کرنے اور واضح کرنے میں مدد کرتی ہے۔ چہارم، یہ گمراہی کے خلاف ایک محافظت ہے؛ ایسا لگتا ہے کہ کوئی نئی بدعات نہیں ہیں، فقط پرانی بدعات نئے کا روپ دھار رہی ہیں۔ آخر میں، کلیسیائی تاریخ ہمیں رہنما اور ہیرو فراہم کرتی ہے اور وہ مسیح کی پیروی کرنے کے لئے ہماری ایسے رہنمائی کرتے ہیں جیسے اُنہوں نے خود اُس کی پیروی کی تھی۔ اور ہمارا ایسا رویہ ہماری روحانی بلوغت کو فروغ دیتا اور خدا سے دِلی التماس کرتا ہے کہ وہ اپنی کلیسیا کی اِصلاح کرے اور اِسے بحال کرے۔

کلیسیا کی تاریخ کا یہ تعارف- ہر صدی کے لئے چند صفحات- سب سے پہلے سنکلئیر فرگوسن کی منبر کی خدمت (pulpit ministry) سے لیا گیا تھا، پھر جوئیل۔آر۔ بیکی اور مائیکل اے.جی.ہیکن اور اُن کے معاونین، رے لیننگ اور کولمین فورڈ نے اِس کی نظرِ ثانی کی۔ یہ مضامین سب سے پہلے ۲۰۱۴ء میں دی ریفارمیشن ہیرٹیج کے جی وی اسٹڈی بائبل میں شائع ہوئے تھے، اور یہاں ایک نئے عنوان، کلیسیا کی تاریخ 101 کے تحت دوبارہ شائع ہوئے۔ اِن مضامین کے خلاصے کو دیکھتے ہوئے قاری سمجھ جائے گا کہ کلیسیا کی تاریخ کے سینکڑوں اہم ناموں اور واقعات کو خارج کر دینا چاہئے۔ اِس کتاب میں جو کچھ قلم بند کیا گیا ہے وہ اِس بات پر روشنی ڈالے گا کہ کس طرح مسیح نے اپنی کلیسیا کو گذشتہ دو ہزار سالوں سے اپنے کلام اور رُوح کے ذریعے سے، بہت سے ماہرِ علمِ الٰہی اور کلیسیاؤں کے گناہوں اور غلطیوں کے باوجود جمع کیا۔ صِرف خدا کو جلال!

پہلی صدی

رسولی بنیادیں

کلیسیا کی تاریخ کی پہلی صدی تقریباً، تین اَدوار میں تقسیم ہے۔ اوّل، ہمارے خداوند یسوع نے اپنی خدمت کے ذریعے سے متی ۱۶ باب ۱۸ آیت میں بیان کردہ عظیم وعدے کو پورا کیا، ''میں اِس پتھر پر کلیسیا بناؤں گا۔'' یسوع مسیح اپنے لوگوں کے نجات دہندہ کے طور پر صلیب پر جان دینے اور اپنی کلیسیا کی تعمیر کے لئے دُنیا میں آیا تھا۔ وہ ہمارے درمیان رہا، اُس نے خدمت کی اور عظیم معجزات دِکھائے، اُس نے ہمیں اپنی تعلیمات اور احکامات دیئے، اور وہ مر گیا، دفن ہوا اور تیسرے دِن مرِدوں میں سے جی اُٹھا تا کہ اپنا وعدہ پورا کرے۔

پہلی صدی کی دوسری تہائی کے لئے اہم متن اعمال ا باب ۸ آیت ہے۔ یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ تم ''یروشلیم اور تمام یہودیہ اور سامریہ میں بلکہ زمین کی انتہا تک'' میرے گواہ ہو گے۔ جیسا کہ اعمال ہمیں اگلے بیس سے تیس سالوں میں لے جاتا ہے، اور قلم بند کرتا ہے کہ یسوع مسیح کا یہ وعدہ کس طرح پورا ہوا۔

سب سے پہلے، یسوع مسیح نے اپنے روح القدس کو رسولوں اور اُن لوگوں پر نازل کیا جو عیدِ پنتکُست کے دِن یروشلیم میں جمع ہوئے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ پوری دُنیا میں پھیل گئے اور ہر جگہ اِنجیل کی منادی کرتے رہے۔ اعمال ۲ باب میں ہم سیکھتے ہیں کہ پطرس کا واعظ سُن کر قدیم دُنیا کے بہت سے حصوں سے تعلق رکھنے والے یہودی اور نو مرید، اپنے اِیمان کو اپنے آبائی علاقوں میں واپس لے گئے۔

اِس کے بعد لوقا نے اِطلاع دی کہ فلپُس مُبشر سامریہ چلا گیا ہے، اور سامریوں نے ''فلپُس کا یقین کیا'' (اعمال ۸ باب ۱۲ آیت)، اور اِس طرح سامریوں نے خدا کا کلام حاصل کیا۔

آخر کار، پطرس کی منادی کے ذریعے سے غیر اقوام تک اِنجیل کی منادی پھیل گئی (اعمال ۱۰ تا ۱۱ ابواب) اور تب سے، ناکامیوں کے باوجود زمین کی انتہا تک منادی کی پیش رفت کبھی نہیں رُکی۔ ہم کلیسیاؤں کے درمیان پطرس کی اِس کے بعد کی خدمت کے بارے میں جانتے ہیں جسے اب ہم ترکی (ایشیائے کوچک) اور عراق (بابل) میں مشرقِ بعید کہتے ہیں۔ ہم انطاکیہ، ترکی اور پھر یورپ میں پولُس رسول کی خدمت کے بارے میں جانتے ہیں۔ اعمال کے آخری باب میں لوقا نے اُس دِن کا ذکر کیا جب پولُس روم آیا تھا (اعمال ۲۸ باب ۱۶ آیت)، جو دُور دراز کی رومی سلطنت کا مرکز تھا۔ ہم دوسرے رسولوں کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں، لیکن اُن میں سے بعض نے مسیح کی منادی کرنے کے لئے دُور دراز کا سفر طے کیا۔ توما کو فارس اور ہندوستان کے رسول کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ بھارت میں ایک مشہور فرقہ ہے جسے "مار توما" (Mar Toma) کلیسیا، سینٹ تھامس چرچ کہا جاتا ہے، جس کی ابتدا بھارتی ریاست کیرالہ میں توما کی منادی سے ملتی ہے۔

اِن رسولی اِیمان داروں نے بھی اِس بات کا تجربہ کرنا شروع کر دِیا کہ پہلی صدی کی آخری تہائی کی پہچان کیا ہو گی۔ جیسا کہ یسوع مسیح کی کلیسیا زمین پر تعمیر کی گئی ہے، تو اِسے مخالفت اور شدید ایذا رسانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پہلی صدی کے آخری حصے یعنی ۶۰ کی دہائی کے وسط میں نیرو بادشاہ نے مسیحیوں کی طرف رُخ کیا جب روم ایک بڑی آگ میں جل گیا تھا۔ اپنے اوپر لگائے جانے والے الزامات کو روکنے کے لئے—روم کو برابر کرنے، اِسے سنگِ مرمر سے دوبارہ تعمیر کرنے اور اِس کے نام کو بدل کر اپنے نام سے رکھنے کے بارے میں آواز بلند اُٹھائی تھی- نیرو نے مسیحیوں کو اِس کا موردِ الزام ٹھہرایا، اور اِس کے بعد روم میں معتدد اِیمان دار شہید کئے گئے۔ بعض کو مصلوب کیا اور بعض کو مردہ جانوروں کی کھالوں میں سلوایا گیا تاکہ جنگلی کتوں کے آگے ڈال کر اُنہیں موت کے گھاٹ اُتار دِیا جائے۔

ایک ابتدائی مسیح مؤرخ جس کا نام طرطلیان (Tertullian) تھا، نے اپنے مسیحی دفاعِ اِیمان میں لکھا "شہیدوں کا خون کلیسیا کا بیج ہے"، یعنی ایک بابرکت وسیلہ جس سے مسیح اپنی کلیسیا کو اُگاتا اور بڑھاتا ہے۔

دوسری صدی

شُہدااورِایمان کااقرار کرنے والوں کی کلیسیا

نئے عہد نامے میں متی ۱۶ باب ۱۸ آیت ایک اہم متن ہے، یسوع مسیح کے الفاظ کسی غیر یقینی کے بغیر اشارہ کرتے ہیں کہ جہاں کہیں بھی مسیح اپنی کلیسیا تعمیر کرے گا، اور کلیسیا میں وہ جو کچھ بھی کرے گا، اُس کی زبردست مخالفت ہوگی، لیکن ''عالمِ ارواح کے دروازے اُس پر غالب نہ آئیں گے۔'' جوزف الیگزینڈر ''عالمِ ارواح کے دروازے'' موت یا تباہی کی ایک مضبوط علامت ہے۔۔۔اور دروازے کی وضاحت داخلی راستے، دفاع، فوجی اور عدالتی طاقت کے طور کی گئی ہے۔ دوسرے لفظوں میں، یسوع مسیح نے خود موت کی دُشمنی اور تباہ کن طاقت کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی کلیسیا کی تعمیر کا وعدہ کیا ہے۔

مسیحی کلیسیا کی دوسری صدی میں، اِس مخالفت نے دو شکلیں اختیار کیں۔ اوّل، اُنہیں وحشیانہ ظلم و ستم کا سامنا تھا۔ ایک اِنسانی حکمتِ عملی تھی، جس کے پیچھے بلاشبہ شیطانی ارادے کے ساتھ کلیسیائی اراکین کو شہید کر کے کلیسیا کو تباہ کرنا تھا۔ متناقصانہ انداز میں، جن طریقوں سے یسوع مسیح نے صدیوں کے دوران میں اپنی کلیسیا کو تعمیر کیا ہے اُن میں سے ایک ذریعہ مسیحی شُہدا کی موت اور گواہی ہے، جیسا کہ طرطلیان نے مشاہدہ کیا تھا۔ پہلی صدی میں، مسیحی کلیسیا کو کسی حد تک یہودی مذہب کے تحت پناہ دی گئی تھی، جسے روم نے قانونی مذہب کے طور پر برداشت کیا تھا۔ لیکن دوسری صدی کے اوائل میں یہ بات کافی حد تک واضح ہوگئی کہ یہودیت اور مسیحیت دو الگ الگ مذاہب ہیں۔ زمانہ قدیم کے لوگ دو گروہی اِنسانوں کی بات کرتے تھے یعنی-یہودی اور غیر اقوام۔ دوسری صدی میں، اُنہوں نے تین گروہوں یعنی یہودیت، غیر اقوام اور مسیحیت کے بارے میں بات کرنا شروع کی۔

رومی قانون نے شہنشاہ کو الٰہی رتبے دینے شروع کئے۔ مسیحیوں نے یہ اقرار کیا کہ یسوع ہی سب کا خداوند ہے، اور اُنہوں نے قیصر کی الٰہی حاکمیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دِیا، اور اِس طرح وہ اِس انکار کے باعث ایک بڑے جُرم کے مجرم ٹھہرے۔ یسوع مسیح پر اِیمان لانے کی وجہ سے مرد اور خواتین، لڑکوں اور لڑکیوں کو قتل کر دِیا گیا۔ پولی کارپ (Polycarp) نامی ایک

معروف بزرگ نے حکام کے سامنے اعلان کیا کہ: ''میں نے اپنی زندگی کے گذشتہ چھیاسی برس یسوع مسیح کی خدمت کی ہے۔ اُس نے میرے ساتھ کوئی برائی نہیں کی ہے۔ تو اب مجھے اُس کا اِنکار کیوں کر کرنا چاہئے؟'' اور پھر رومیوں نے اُسے بھی جلا دِیا۔

دوسری صدی میں کلیسیا کی تعمیر کی مخالفت کی دوسری شکل جھوٹی تعلیم تھی۔ دوسری صدی عیسوی میں یونانی ورومی دُنیا پر ایک دوہرے فلسفے کا غلبہ تھا جہاں روحانی حلقے کو خالص اور اچھا سمجھا جاتا تھا، لیکن مادے کو فطری طور پر بُرا سمجھا جاتا تھا۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اِس فلسفے نے مسیحی خوش خبری کے پیغام کو کچھ بنیادی طریقوں سے مسخ کرنا شروع کر دِیا تھا۔

سب سے پہلے، اگر رُوح اچھی ہے اور مادہ بُرا ہے، تو ایک ابدی اور اچھی رُوح کے طور پر خدا بُری مادی دُنیا کو خلق نہیں کر سکتا تھا۔ اِسے کسی نچلے درجے/ کم تر قسم کے دیوتا نے بنایا ہو گا، جسے جھوٹے اساتذہ نے اہر من کہا۔ اِس طرح کتابِ مقدس کی تعلیم ختم ہونے لگی: ابدی خدا آسمان اور زمین کو بنانے والا نہیں تھا۔ دوسرا، خدا کا ابدی بیٹا کبھی بھی اِنسان نہیں بن سکتا تھا، یعنی اُس نے ہمارے گوشت اور خون کے لحاظ سے انسانی فطرت کو اپنایا۔ لہذا، مسیح کی تجسیم محض انسانیت کی ظاہری شکل پیش کرتی تھی۔ اِس غلط تعلیم کا تیسرا اطلاق جسم کے جی اُٹھنے کا انکار تھا۔ خدا جسم کو کیوں زندہ کرے گا، کیوں کہ مادی ہونے کے ناطے، یہ فطری طور پر بُرا ہے؟ ایسے موقعوں پر مسیحی اِیمان اِس جھوٹے فلسفے کی زدّ میں تھا۔

کلیسیا کا ردِ عمل اپنے سچے اِیمان کے اقرار کو اِن طریقوں سے وضع کرنا تھا، جس نے اِس بات کو اجاگر کیا کہ ایک سچے اور زندہ خدا نے واقعی آسمان اور زمین کو بنایا ہے اور وہی ہمارے خداوند یسوع مسیح کا باپ ہے۔ ایسے اقرار الا یمان نے یہ بھی واضح کیا کہ یسوع مسیح کامل خدا اور کامل اِنسان ہے۔ خُدائے ثالوث کے دوسرے اقنوم نے اپنے اوپر پوری انسانیت اپنائی۔ انطاکیہ کے شہید اغناطیوس (Ignatius) نے اِن طریقوں کو یکجا کیا جن سے کلیسیا نے ایذا رسانی اور جھوٹی تعلیم دونوں کا جواب دِیا جب اُس نے بیان کیا کہ، ''اگر مسیح کامل اِنسان نہیں اور اگر وہ واقعی ہی صلیبی موت نہیں مرا، تو میں اِنجیل کے لئے تکلیف کیوں برداشت کر رہا ہوں اور اُس کے لئے مرنے کے لئے کیوں تیار ہوں؟''

چنانچہ، دوسری صدی عیسوی میں مسیحیوں کی شہادت نے اِنجیل کی سچائی کی تصدیق کی اور عالم گیر عقائد کی تیاری کا آغاز ہوا۔

تیسری صدی

ایذارسانی اور بدعت؛

اورغین اور طرطلیان

ہمیں ایذارسانی اور جھوٹی تعلیم کا جواب کیسے دینا چاہئے؟ یہ تیسری صدی کی کلیسیا کو درپیش سب سے بڑا سوال تھا۔ ماہرِ الٰہیات جو ''مسیحی اِیمان کا دفاع کرنے والوں'' کے نام سے جانے جاتے تھے، اُنھوں نے اِس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی۔ لفظ، دفاعِ ایمان یا دفاعِ اِیمان کرنے والے، ۱۔ پطرس ۳ باب ۱۵ آیت سے متعلق ہیں، جہاں پطرس کہتا ہے کہ ہمیں اِنجیل کی اُمید جو ہمارے اندر ہے کی ''وجہ''(یونانی: اپولوجیا *apologia*) کا جواب دینے کے لئے ہر وقت مستعد رہنا ضرور ہے۔ دوسری صدی سے، جسٹن مارٹر جیسے ایمان کا دفاع کرنے والوں نے بائبل کی وضاحت کرکے اور مسیحی اِیمان کے بارے میں جھوٹے الزامات کی تردید کرکے مسیحی اِنجیل کی سچائی کا دفاع کیا۔ اور کلیسیا نے بھی بائبل مقدس کی سچی تعلیم کے ساتھ جھوٹی تعلیم کا جواب دِیا۔

دو قابلِ ذکر شخصیات ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتی ہیں کہ کس طرح مسیح کلیسیا کی تعمیر کر رہا تھا، اور وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ کیسے مسیح کے بہترین خادِم بھی ٹھوکر کھاتے اور گر جاتے ہیں۔ اِن میں سے پہلی شخصیت اورغین تھی۔ تیسری صدی کے معروف مفکرین اور دفاعِ ایمان کرنے والوں میں سے ایک اورغین تھا جس نے مصر کے بڑے شہر اسکندریہ میں اپنی خدمت کی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں اُنھوں نے اسکندریہ کی الٰہیاتی درس گاہ میں پڑھانا شروع کیا۔ اپنی مختلف تحریروں کے ذریعے سے اورغین نے بائبل مقدس کی تفہیم میں اہم کردار ادا کیا، جن میں سبھی تحریریں مثبت نہیں تھیں۔ افلاطونی فلسفیانہ روایت سے متاثر ہونے کی وجہ سے اورغین نے آسمانی چیزوں (اچھی) اور زمینی چیزوں (بُری) کے درمیان تضاد پیش کیا۔ اُس کا یہ بھی ماننا تھا کہ بائبل مقدس کے متن میں معنی کی بہت سی جہتیں ہیں، اور اِسی لئے بعض اوقات سادہ اور لغوی مطالعے کو نظر انداز کر دِیا جاتا ہے۔ اُس کا طرزِ تفسیر مسیحیوں کے بائبل مقدس پڑھنے اور سمجھنے کے طریقے پر گہرا اثر چھوڑے گا۔

تیسری صدی میں کلیسیا پر بہت زیادہ اثر ورسوخ رکھنے والا دوسرا شخص شمالی افریقی تھا اور اُس کا نام طرطلیان تھا۔ ایک بت پرست گھرانے میں پیدا ہونے والے طرطلیان نے زِندگی میں کافی دیر بعد مسیحیت کو قبول کیا۔ اپنی خدمت میں طرطلیان نے دو اہم چیزوں کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اوّل، اُس نے ایک جھوٹی تعلیم کا سامنا کیا، جسے "صوریت ازم" (*modalism*) کہا جاتا ہے جو تثلیث کے اقانیم کے بارے میں غلط تعلیم تھی۔ صوریت ازم کے حامی سیکھاتے ہیں کہ ایک خدا ہے جو مختلف طریقوں یں صورتوں سے ظاہر ہوا ہے یعنی باپ، بیٹا، اور رُوح القدس کے طور پر۔ اِس طرح ثالوث خُدا اقانیم کے درمیان حقیقی امتیاز سے انکار کر کے گمراہی یا اُلجھن میں ڈالا جا رہا تھا۔ یہ تعلیم ہر اُس چیز کو مسترد کرتی ہے جس کے بارے میں بائبل مقدس میں بیان کیا گیا ہے کہ خدا اپنے اندر باپ، بیٹے اور رُوح القدس کی شراکت سے لُطف اندوز ہوتا ہے۔ اِس کے علاوہ، یہ اِس حقیقت کی تردید کرتی ہے کہ کتابِ مقدس ہمارے خداوند یسوع مسیح کی شخصیت اور کام کے بارے میں خدا کے خادم کے طور پر کیا کہتی ہے۔ طرطلیان نے صوریت ازم کے خلاف بھرپور جدوجہد کی اور جہاں تک ہم جانتے ہیں، وہ کلیسیا کی تاریخ میں پہلا شخص تھا جس نے تثلیث کا لفظ اِستعمال کیا۔

طرطلیان کا دوسرا مسئلہ، مسیحی اِیمان کا اقرار کرنے والوں کی بڑھتی ہوئی اخلاقی بے حسی تھی۔ اگرچہ، لوگ اب بھی اپنے اِیمان کی وجہ سے شہید ہو رہے تھے، لیکن طرطلیان نے محسوس کیا کہ یسوع مسیح کی کامل تعظیم ختم ہونا شروع ہو گئی ہے۔ وہ کلیسیا کے باہر ایک کرشماتی فرقے میں شامل ہو گیا جسے مونٹینس (Montanists) کہا جاتا ہے۔ جس کے پیروایک بدعتی سخت گیر اور تاریک الدُنیا کے نام سے جانے جاتے ہیں اور نئے مکاشفات اور پیشین گوئیوں میں بڑی دلچسپی رکھتے ہیں۔ اُس نے محسوس کیا کہ اُسے مونٹینس میں وہ چیز مل گئی ہے جو وہ بڑے پیمانے پر کلیسیا میں تلاش کر رہا تھا۔ اگرچہ، وہ اِیمان کا پُرجوش محافظ تھا، لیکن طرطلیان نے خدا کے کلام کو خدا کے رُوح سے اور خُدا کے روح کو خُدا کے کلام سے الگ تصور کرنا شروع کر دیا۔ وہ اِس اُصول کو نہیں سمجھ سکا، جس طرح یسوع مسیح نے خود رُوح القدس کی قدرت میں خدا کی فرماں برداری میں اپنی زِندگی بسر کی تھی- ایسا کرنے کے لئے، ایک اِیمان دار کو مستقل طور پر اِس تعلیم کے تابع رہنا ہو گا جو خدا کے کلامِ مقدس میں ہمیں دی گئی ہے۔

تیسری صدی کی کلیسیا سے ایک بہت اہم سبق یہ ملتا ہے: خُدا کے روح پر ہمارے انحصار کے لئے ہمیں کبھی بھی خدا کے رُوح کو خدا کے کلام سے، یا خدا کے کلام کو خدا کے رُوح سے الگ نہیں کرنا چاہئے۔ اگر اور غین اور طرطلیان جیسے قابل اور مخلص افراد

کے لئے اِس اُصول کو سمجھنا اور اِس پر عمل کرنا ایک بڑا چیلنج تھا، تو ہمیں بھی رُوح القدس کی رہنمائی اور روشنی کے تحت کتابِ مقدس کا مطالعہ کرنے اور اِس پر عمل کرنے کا خیال رکھنا ضرور ہے۔

چوتھی صدی

مسیحی سلطنت کاآغاز

چوتھی صدی کاآغاز اندرونی ایذارسانی کے طوفان کے ساتھ ہوایُوں دیدنی کلیسیا کے اندر زوال کے دَور کاآغاز ہوا۔ ظلم و ستم رومی شہنشاہ دیوقلیطیان (Diocletian) کی طرف سے آیا۔ اُس نے رومی سلطنت میں استحکام اور امن کو بحال کرنے کی کوشش کی، اور اُسے اِس بات کا یقین تھا کہ امن میں قدیم روم کے دیوتاؤں کے ساتھ تجدیدِ عہد شامل ہونا ضروری ہے۔ دیوقلیطیان ہر اُس چیز کو تباہ کرنے کے لئے پُرعزم تھا جو اُس کے راستے میں حائل تھی، خاص طور پر مسیحی کلیسیا کو۔ اُس نے اُن جگہوں کو تباہ کرنے کی کوشش کی جہاں مسیحی جمع ہوتے تھے اور ساتھ میں اُن کی کتابِ مقدس، اُن کے رہنماؤں اور عام مسیحیوں کو بھی تباہ کیا۔ دیوقلیطیان نے پوری سلطنت میں ظلم و ستم کاآغاز کیا۔ تاہم خدا کے فضل سے مسیحی اِس طرح کی مخالفت کے سامنے ثابت قدم رہے۔

اِسی وقت میں بعض مسیحی اپنی کلیسیاؤں کے اندر سہل پسندی کے بڑھتے ہوئے احساس کی وجہ سے پریشان تھے۔ مسیحیوں کے معیارِ زندگی میں گراوٹ آئی، کیوں کہ بہت سے لوگوں نے اپنے اِیمان کا اقرار تو کیا لیکن اُس پر عمل نہ کیا۔ بعض مسیحیوں کا ردِعمل یہ تھا کہ وہ دُنیا کی آزمائشوں سے پیچھے ہٹ جائیں اور صحرا میں جا کر دُعا، غور و فکر اور خودانکاری اور تنہائی کی زندگی گزاریں۔ اِن ابتدائی راہبوں کی ساری تپسیا کے باوجود ہمیں اپنے آپ کو یہ یاد دِلانا چاہئے کہ مسیح نے ہمیں دُنیا سے الگ ہونے کے لئے نہیں بلکہ دُنیا میں مسیح کے گواہ کے طور پر رہنے کے لئے بلایا ہے (۱-کرنتھیوں ۵ باب ۱۰ آیت)۔

یہ دونوں اثرات—ایک طرف شہنشاہ جو اُن کے اِیمان کو تباہ کرنے پر ڈٹا ہوا تھا اور دوسری طرف مسیحی ایک ایسی ثقافت سے تنگ آ چکے تھے جو عقیدے کو سنجیدگی سے نہیں لے رہے تھے—اور اِس طرح یہ دونوں تحریکیں میں کلیسیا کی گواہی کو تباہ کرنے کا امکان موجود تھا۔

چوتھی صدی میں کم از کم تین اہم واقعات رُونما ہوئے۔ پہلا، شہنشاہ قسطنطین کا تبدل تھا۔ ۳۱۲عیسوی میں ملوین(Milvian) پُل کی مشہور جنگ کے بعد،اُس نے دعویٰ کیاکہ اُس نے آسمان پر کائی رو(*chi rho*) کی علامت یاعلم دیکھا ہے - ایک مونو گرام جس میں مسیح کے عنوان سے پہلے دو یونانی حروف استعمال کئے گئے ہیں-اُس نے آواز سُنی کہ "اِس نشان میں فتح پاؤ گے!"، نتیجتاً، جب اُس نے جنگ جیت لی تواُس نے اپنی فتح کو یسوع مسیح سے منسوب کیا۔اوراِس کے فوراًبعد اُس نے مسیحیوں کے خلاف قوانین میں نرمی شروع کردی۔ مسیحی اِیمان داراب کسی ظلم وستم کے خوف کے بغیر مسیح کی عبادت کرنے کے لئے آزاد تھے۔ مسیحیت موجودہ بادشاہی کا پسندیدہ مذہب بن گیا۔اگرچہ، قسطنطین نے کلیسیا کی مدد کرنے کے لئے بہت کچھ کیا، لیکن بلاآخر اُس نےاِس دُنیاکے شہری اورآنے والی دُنیاکے شہری کے درمیان امتیاز کودُھندلا کراُس میں رکاوٹ ڈالی۔

دوسرا بڑاواقعہ ۳۲۵عیسوی میں نقایاکی کلیسیائی مجلس تھا۔اِس مجلس نے یہ واضح کرنے میں مدد کی کہ یسوع مسیح کے لئے خدااوراِنسان دونوں ہونے کا کیامطلب ہے۔ چوتھی صدی کے اوائل میں کلیسیاکے ایک رہنما آریوس(Arius) نے دعویٰ کیاکہ یسوع مسیح واقعی خداباپ کی خلق کردہ ہستی ہے۔یُوں کی آریوس کی تعلیم اور فرقے(آریوسیت) نے یہ کہاکہ "ایک وقت تھا جب بیٹے کا وجود نہیں تھا۔"، لیکن نیاعہد نامہ سیکھاتاہے کہ مسیح اِبنِ خدااوراِبنِ آدم دونوں ہے۔اگروہ ایسانہ ہوتا تووہ خداکے ساتھ ہمارادوبارہ ملاپ نہ کرواتااور ہمیں خداکی حضوری میں نہیں لاسکتا تھا۔اور ایک محدود مخلوق کے طورپر،اُس کی موت ہمیں خداکی لامحدود عظمت کے خلاف گناہ کے لامحدود جرم سے نجات دینے کے لئے لامحدود قوت نہ رکھتی۔ چوتھی صدی عیسوی کے ماہرِ الٰہیات اثناسیس(Athanasius) نے نئے عہد نامے میں مسیح کو خدااورانسان کے طورپر دیکھنے کے لئے دلیل دی۔اثناسیس کے ممنون ہیں جس کی بدولت دیگر نظریاتی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ نقایاکی مجلس ذریعے نقایاکاعقیدہ وجود میں آیاجس نے مسیح یسوع کی شخصیت اورکام کے بارے میں کلیسیاکونئے عہد نامے کے نقطہ نظر میں پیوست کیا

تیسرا عظیم واقعہ ہپپو کے آگسٹین کا تبدل تھا۔ عظیم ذہانت کا حامل ایک شخص، جس کی زِندگی اُس کے اِیمان کے اقرار میں درج ہے۔ "گناہ کی لذتوں" میں ایک طویل عرصہ گزارنے کے بعد اور مانونیت کے ایک مشہور فرقے کے پیروکار رہنے کے بعد،آگسٹین کا تبدل مسیحیت میں ہوا، جب گناہ کے گہرے احساس کے تحت اُس نے ایک بچے کی آواز سُنی "اُٹھواورپڑھو۔" اُس نے اپنے پاس میں ہی پولُس رسول کے خطوط کی ایک کُھلی ہوئی کاپی دیکھ کراُس کتاب کواُٹھایااورپہلااقتباس پڑھاجس پراُس کی نظر سب

سے پہلے پڑی تھی (رومیوں ۱۳ باب ۱۳تا۱۴آیات)۔اُسے ایسالگا کہ جیسے خدااُس سے براہِ راست بات کر رہاہو۔آگسٹین نے وہی کیاِ جواِس حوالے میں بیان کیا گیا تھا۔اُس نے اِیمان کے ذریعے سے ''خداوند یسوع مسیح کو پہن لیا''،اپنی نجات کے لئے مسیح پر ایمان لایا، اُس پر بھروسا کیااور ۳۸۷عیسوی میں بپتسمہ لِیا۔آگسٹین کی الٰہیاتی میراث کو مبالغہ آرائی سے تعبیر نہیں کیاجاسکتا۔اِصلاحی مسیحی خاص طور پر اُس کے مقروض ہیں۔ کیلون ازم(Calvinism) کو بعض اوقات آگسٹینین ازم(Augustinianism) بھی کہا جاتاہے۔ وہ ایک عظیم اور بااثر مسیحی مفکر تھا۔ پھر بھی اگر اُس کے استاد ایمبروز کا اثر نہ ہوتا؛اُس کی ماں، مونیکا کی دُعائیہ زِندگی،اور کتابِ مقدس کے سزا دینے والے الفاظ نہ ہوتے تو شاید ہم اُس کے بارے میں کبھی نہ جان پاتے۔ یہ در حقیقت خدا کا فضل اور اُس کے کلام کی قوت ہی ہے۔

پانچویں صدی

خدا کا شہر اور اِنسان کا شہر

آگسٹین کی زِندگی پانچویں صدی کے دو اہم واقعات کا احاطہ کرتی ہے۔ سب سے پہلے، وحشی قبائل اٹلی میں داخل ہوئے اور اُنہوں نے ۴۱۰ عیسوی تا ۴۵۵ عیسوی میں روم شہر کو غارت کر دِیا۔ اقوام پر روم کا اقتدار ختم ہو گیا۔ اِس سانحے کے ردِ عمل میں مسیحیوں کو موردِ الزام ٹھہرایا گیا۔ آگسٹین نے اپنی معروف کتاب ''خدا کا شہر'' (*The City of God*) میں اِس کا جواب دِیا ہے۔ اُس نے استدلال کیا کہ تاریخ کے آغاز سے ہی گناہ میں گرا ہوا اِنسان خدا کے خلاف اپنا ''شہر'' یا بادشاہی قائم کر رہا ہے۔ کوئی بھی بادشاہی جس کی بنیاد خدا کی بادشاہی پر نہیں ہے وہ عارضی ہے۔ واحد دیرپا شہر یا بادشاہی وہی ہے جو خداوند یسوع مسیح تعمیر کر رہا ہے، جس کی شناخت آگسٹین نے کلیسیا کے ساتھ کی۔ اُن لوگوں کے لئے جو روم کے عظیم شہر کی تباہی کا الزام مسیحیوں کے سر دھرنا چاہتے تھے، اُس نے اُن کے لئے اعلان کیا کہ: ''ہمارے لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اِنسانوں کی بادشاہتیں بڑھتی ہیں اور اِنسانوں کی بادشاہتیں گر جاتی ہیں، کیوں کہ ہماری وابستگی ابدی روم سے نہیں ہے۔ ہماری وابستگی یسوع مسیح کے ساتھ ہے اور خاص طور پر اُس بادشاہی کے لئے ہے جس کی وہ تعمیر کر رہا ہے۔'' دو بادشاہتیں ہیں، لیکن صِرف خدا اور اُس کے بیٹے، یسوع مسیح کی بادشاہی ہمیشہ رہے گی۔

آگسٹین پانچویں صدی میں کلیسیا کی زندگی کے دوسرے اہم واقعے میں بھی شامل تھا — پلاجین مسئلہ (The Pelagian controversy)۔ آگسٹین کی معروف سوانح عمری پڑھتے ہوئے برطانوی راہب پلاجیس (Pelagius) اِس دُعا سے متاثر ہوا: وہی عطا کر جو تُو نے حکم دیا ہے اور وہی حکم کر جو تیری مرضی ہے۔'' دوسرے لفظوں میں گناہ میں گرے ہوئے اِنسان کا نجات کے لئے مکمل طور پر خدا کے فضل پر انحصار ہے۔ مثال کے طور پر کوئی بھی، جب تک خدا نے اُسے ایسا کرنے کا فضل نہ دیا ہو، اُس ضبطِ نفس یا تقویٰ پر عمل نہیں کر سکتا جو خدا کا حکم ہے۔ اِن الفاظ نے پلاجیس کو کافی بے چین کر دِیا۔ وہ ''بغیر کسی

دوسرے کی مدد'' کی انجیل پر یقین رکھتا تھا، جس میں اِنسان اپنی زِندگی کی اِصلاح کر سکتا ہے اور اپنی کوششوں سے نجات سے خود نجات حاصل کر سکتا ہے۔

اِس بڑے الٰہیاتی مسئلے نے کلیسیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ پلاجین ازم کی تردید کرنے کے لئے، آگسٹین کو پولُس رسول کے عظیم نظریات کی وضاحت کرنا پڑی، جنہیں فضل کے نظریات بھی کہا جاتا ہے اور جن میں موروثی گناہ، برگشتہ انسان مکمل فطری بگاڑ اور خود کو بچانے میں نااہلیت، مسیح عوضی موت کی تاثیر، اور نجات کے لئے اُس پر ایمان کی ضرورت شامل ہیں۔ آگسٹین کی بائبل مقدس کی زبردست تعلیم اور استقامت نے کلیسیا میں پلاجیس کی تعلیم کے خلاف جیت حاصل کی۔

اِسی دوران میں ایک اور برطانوی پیٹرک (Patrick) جو کھوئے ہوئے لوگوں کی فکر سے بوجھل اور خدا کی طرف سے اِنجیل کی منادی کے لئے بلایا گیا تھا اُس نے ایک مثالی مشنری جوش کا مظاہر کیا۔ جب وہ سولہ سال کا تھا تو آئرش قزاقوں (سمندری ڈاکوؤں) نے اُن کے خاندانی فارم پر حملہ کیا۔ پیٹرک کو اغوا کیا گیا، آئرلینڈ لے جایا گیا، اور غلامی میں فروخت کر دِیا گیا جہاں وہ ''میو کاونٹی'' میں چرواہے کے طور پر مزدوری کرتا تھا۔ ایک غلام کی حیثیت سے اِن سالوں کے دوران میں خدا نے پیٹرک کا دِل کھول دِیا، اور اُس نے اپنی زندگی مسیح کو دے دی۔ بیس سال کی عمر میں وہ فرار ہو گیا اور اپنے گھر چلا گیا، جہاں اُس نے راہب بن کر اپنے آپ کو پاکیزگی کی زِندگی کے لئے وقف کر دِیا۔

آئرلینڈ واپس جانے کی رَؤیا میں اپنی بلاہٹ کو محسوس کرتے ہوئے پیٹرک نے ۴۳۲ سے ۴۶۱ تک اِنجیل کے لئے وہاں کام کیا۔ ''آئرش کے رسول'' کی حیثیت سے اُس کی زِندگی اور کام اِس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ کس طرح خدا بعض مردوں اور خواتین کو یہاں تک کہ بعض کو گمنامی اور غلامی سے بھی اپنی مرضی کی تکمیل کے لئے بُلا لیتا ہے۔ مختلف تجربات کے ذریعے سے خدا اُن کے جذبات اور خواہشات کو ڈھالتا ہے، پھر اُنہیں کسی ایک طریقے سے مسیح کے خادم بننے کی ہدایت کرتا ہے۔ مسیحیت کی تاریخ اُن لوگوں کے واقعات سے بھری پڑی ہے جو مکمل گمنامی کے پس منظر سے خدا کے نمایاں خادم بن گئے ہیں۔

اِن مثالوں سے ہم سیکھتے ہیں کہ اِنسان کی بادشاہی پر بھروسانہ کرنا کتنا ضروری ہے۔ واحد دائمی بادشاہی فقط یسوع مسیح کی بادشاہی ہے۔ یہ واقعات ہمیں سیکھاتے ہیں کہ نجات ہماری اپنی کامیابیوں سے نہیں، بلکہ یسوع مسیح میں اِیمان کے ذریعے سے

صِرف فضل سے ہے۔اور ایسے واقعات ہمیں یہ بھی سیکھاتے ہیں کہ خدااِنتہائی ناساز گار حالات میں بھی اپنا کام کرنا جاری رکھتا ہے، اور قوموں کے درمیان اپنے نجات بخش کام کوانجام دینے کے لئے سب سے زیادہ غیر متوقع لوگوں کواستعمال کر سکتا ہے۔

چھٹی صدی

جسٹنین، بینڈکٹ اور سکاٹس کا تبدل

چھٹی صدی میں جسٹنین اوّل کے دَورِ حکومت میں ۵۲۷ عیسوی تا ۵۶۵ عیسوی تک رومی سلطنت کی نئی شان و شوکت دیکھنے میں آئی۔ اُس نے شمالی افریقہ اور اٹلی میں وحشی قبائل کے ہاتھوں کھوئی ہوئی سلطنت کے بڑے حصے کو بحال کیا۔ اُس کے رومی قانون کا ضابطہ بہت سے یورپی ممالک میں قانونی نظام کی بنیاد بن گیا۔ جسٹنین نے بہت سے گرجاگھر تعمیر کروائے، جن میں قسطنطنیہ میں ''پاک حکمت'' (آیاصوفیہ، *Hagia Sophia*) باسلیقی بھی شامل ہے، جسے دُنیائے مسیحیت کا سب سے بڑا گرجاگھر سمجھا جاتا ہے۔ راسخ العقیدے کے محافظ کی حیثیت سے، جسٹنین نے ایتھنے میں فلسفے کے مکاتب کو بند کر کے بت پرستی کا صفایا کیا۔ اُس نے مونٹینسٹس (Montanists) بدعت پر وار کیے اور ایک اور بدعت ''یک فطریت'' (Monophysites) کو راسخ العقیدہ اِیمان سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔

بینڈکٹ کی قیادت میں راہبانیت پروان چڑھی، جس کی زِندگی، درحقیت مغربی کلیسیا کی زِندگی اور کام میں اِس تحریک کی تاریخ کی آئینہ دار ہے۔ بینڈکٹ نے روم میں زِندگی سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور ایک گوشہ نشین راہب کی حیثیت سے زِندگی بسر کی، لیکن دیگر اُس کے ساتھ شاگردوں کی حیثیت سے رہنے لگے۔ ۵۲۵ عیسوی کے آس پاس بینڈکٹ نے اپنی جماعت کو کسینو (Cassino) کی پہاڑی پر منتقل کیا اور اپنے زیرِ انتظام راہبوں کی حکومت، عبادت اور روزمرہ کے کاموں کے لئے اپنا معروف ''مقدس قاعدہ'' لکھا جسے ''راہبوں کے بزرگ'' کے طور پر جانا جاتا ہے۔

اب ہم چھٹی صدی میں سکاٹ لینڈ کا رُخ کرتے ہیں۔ براعظم یورپ کے معیار کے مطابق، اسکاٹ لینڈ کو ایک وحشی اور غیر مہذب سرزمین سمجھا جاتا تھا۔ اِس علاقے پر چار متحارب قبائل کا قبضہ تھا۔ سب سے پہلے وہاں ''پکٹس'' (Picts) تھے، جنہیں رُومی ''نقش و نگار کے لوگ'' کہتے تھے۔ وہ اسکاٹ لینڈ کے بڑے علاقوں میں آباد تھے، جو زیادہ تر دریائے فورتھ کے شمال میں

رہتے تھے۔ اِس کے بعد اینگلز (Angles) تھے، جو دریائے فورتھ اور دریائے ہمبر کے درمیان رہتے تھے۔ اِس کے علاوہ، مغرب میں برطانوی بھی تھے، جنہوں نے ڈمبارٹن (Dumbarton) کو اپنی سرگرمیوں کا مرکزی مقام بنایا اور اسٹریتھ کلائڈ (Strathclyde) کے علاقے پر حکمرانی کی۔ آخر میں سکاٹس (scots) تھے، جو اصل میں آئرلینڈ سے آئے تھے، جنہوں نے چھٹی صدی کے آغاز میں اسکاٹ لینڈ پر حملہ کیا۔ اِس ملک کی خصوصیت دراصل مکمل بت پرستی تھی، اور یہاں ڈروئیڈ (Druids) یعنی برطانیہ یا فرانس کے کیلٹ باشندوں کے مذہبی تنظیم نے غیر اقوام کے پیشواؤں کے طور پر کام کیا۔ ملک کو اِنجیل کی قدرت کی اشد ضرورت تھی۔ یہ قدرت جلد ہی دو افراد کی اَن تھک محنت سے اسکاٹ لینڈ میں آئی۔

اِن میں سے ایک نینیان (Ninian) تھا۔ زیادہ تر علما کا خیال ہے کہ وہ چھٹی صدی میں رہتا تھا اور وٹھورن (Whithorn) کے علاقے میں جنوب مغربی سکاٹ لینڈ میں مزدوری کرتا تھا۔ گمنامی میں رہتے ہوئے نینیان نے اپنے ارد گرد موجود لوگوں کی ایک چھوٹی سی تعداد کو جمع کیا اور ایک راہبانہ جماعت تشکیل دِی۔ اِس چھوٹے سی جماعت کی طرز پر اُس نے اِنجیل کی بشارت کرنے کی کوشش کی، اور اپنے کام کو خاطر خواہ کامیابی کے ساتھ مکمل کیا۔

اِس طور سے جہاں مسیحی نہیں تھے نینیان نے وہاں مسیحیت کا بیج بونے کا طریقہ پیش کیا اور ڈونیگل (Donegal) کے علاقے سے تعلق رکھنے والے آئرش راہب کولمبا (Columba) نے اِسے مقبول بنایا۔ کولمبا، اسکاٹ لینڈ کے مغربی ساحل پر واقع چھوٹے سے جزیرے آیونہ (Iona) میں آیا اور وہاں اُس نے ایک چھوٹی سی خانقاہ قائم کیا۔ اِس گروہ نے خود کو عبادت، کتابِ مقدس کے مطالعے اور کتابوں کی نقل کرنے کے لئے وقف کر دِیا، اور آخر کار یہ جگہ سو سے زائد لوگوں کی جماعت میں تبدیل ہو گئی۔ کولمبا نے آیونہ سے سکاٹ لینڈ کے باقی حصوں میں اِنجیل کی منادی کے اپنے مشکل کام کا آغاز کیا۔ ملک کے مختلف حصوں میں شاگردوں کے چھوٹے گروہ بنائے، جو بت پرستی کے ساتھ روحانی جنگ لڑ رہے تھے اور ظاہر کر رہے تھے کہ سماج میں اِنجیل کے مطابق جینے کا مطلب ہے۔

نینیان، کولمبا اور دیگر افراد کی گواہی سے سکاٹ لینڈ کے بہت سے مختلف لوگوں نے یسوع مسیح کو جانا۔ اِن لوگوں کے بارے میں دو چیزیں نمایاں ہیں۔ مورخین کے مطابق نینیان ایک غیر معروف شخصیت ہے جس کا کوئی پس منظر یا شُہرت کا دعویٰ نہیں ہے۔ شاید اسکاٹ لینڈ میں نینیان کا نام برقرار رہنے کی واحد وجہ اُس کی پکٹس (Picts) میں منادی کی خدمت ہے۔ وفادار

خدمت اکثر لوگوں کی طرف سے نظر انداز کی جاتی ہے، لیکن خدا کی طرف سے کبھی بھی نظر انداز نہیں ہوتی۔ ایک اَور سبق جو ہم نینیان اور کولمبا دونوں سے سیکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ اِنجیل کی قدرت کا مظاہرہ نہ صِرف منادی اور تعلیم کے ذریعے سے ہوتا ہے بلکہ ایک تبدیل شدہ مسیحی سماج کے ذریعے سے بھی ہوتا ہے۔ نئے عہد نامے کی طرز پر، زندگیوں کو تبدیل کرنے کے لئے مسیح کے فضل کا مظاہرہ کرنے کے لئے یہ چھوٹے گروہ اب مقامی کلیسیائیں بن گئیں ہیں۔ اگرچہ، مختلف الٰہیاتی نکات ہیں جہاں نینیان اور کولمبا بائبل سے بھٹک گئے تھے، لیکن آج بہت سی کلیسیائیں اور فرقے اُن سے سیکھ سکتے ہیں کہ مسیحیوں کے مابین فضل سے بھرپور عمل بے اِیمانوں کو یہ دیکھنے کی طرف راغب کرے گا کہ یسوع مسیح کی بادشاہی کے بارے میں، در حقیقت، کچھ مافوق الفطرت اور حیرت انگیز چیز ہے۔

ساتویں صدی

گریگوری اعظم اور طلوعِ اسلام

ساتویں صدی میں کلیسیا کی تاریخ کے لئے دو شخصیات خاص طور پر اہم ہیں۔ پہلی شخصیت گریگوری اعظم (Gregory) ہے۔ ایک امیر اور بااثر اطالوی خاندان کے بیٹے گریگوری نے عوامی خدمت کی اور اپنی خاندانی روایت کی بجائے راہبانیت کے راستے پر چلنے کا فیصلہ کیا۔ آخر میں وہ روم کا بشپ بن گیا۔ گریگوری تنظیمی صلاحیت اور نمایاں رُویا کا حامل شخص تھا۔ اُس کا دَور مسلسل افراتفری سے بھرپور تھا، کیوں کہ روم کی ملکیت یا کنڑول اکثر سب سے زیادہ بولی لگانے والے (Bidder) یا وحشی گروہ کے پاس چلا جاتا تھا۔ گریگوری نے پوری دُنیا پر ایمان کا پرچار کرنے اور مسیح کے نام پر بپتسمہ دینے کے لئے راہبوں اور مبشروں کے گروہوں کو بھیجا۔ حکمرانوں اور بادشاہوں کو کامیابی کے ساتھ کلیسیا میں شامل کیا گیا۔ بڑے پیمانے پر قوموں کو اِیمان میں بپتسمہ دِیا گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ کلیسیا نہ صِرف رُوحانی طور پر بلکہ قوموں کے درمیان زمینی طاقتوں کے ساتھ بھی حکمرانی کرنے لگی ہے۔ لیکن جو مسیحی اِیمان پیدا کیا گیا تھا وہ اِس قوت کے بغیر ''دِین داری کی وضع'' کی طرح تھا۔ گریگوری کی رَوٗیا نے ایک قسم کی نام نہاد مسیحیت پیدا کی جس کے ساتھ کلیسیا آج تک جدوجہد کر رہی ہے۔

چھٹی صدی کے اواخر پر پیدا ہونے والی دوسری بڑی معروف شخصیت حضرت محمدؐ تھی۔ حضرت محمد نے جوانی کی عمر میں اپنے سے پندرہ سال بڑی ایک خاتون سے شادی کی جو ایک امیر تاجر کی بیوہ تھی اور یوں وہ تاجر بن گیا۔ تجارت کے دوران وہ یہودیوں اور مسیحیوں سے ملا اور اُس نے اُن باتوں کو سُننا شروع کر دِیا جن پر وہ اِیمان رکھتے تھے۔ وہ جن مسیحیوں سے ملا تھا وہ ممکنہ طور پر غیر راسخ العقیدہ اور یہاں تک کہ غناسطی (Gnostic) گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور یہ گروہ مسیح پر اِیمان تو رکھتا تھا، لیکن اِن کا علمِ الٰہی اور عمل، تاریخی کلیسیا کے اِیمان کے اہم نکات سے منحرف تھا۔

جب حضرت محمد ۴۰ برس کے ہوئے تو اُنہوں نے اپنے اُوپر وحی نازل ہونے کا دعویٰ کیا۔ اِن میں سے سب سے پہلی وحی جبرائیل فرشتے کی تھی، جس کے بارے میں حضرت محمد کا خیال تھا کہ فرشتہ اُسے خدا کا نبی کہہ رہا ہے۔ اِس وحی کے جواب میں اُنہوں نے یہ سیکھانا شروع کیا کہ اسلام کے بنیادی اُصول کیا ہوں گے۔ سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں اُنہیں بہت کم ردِ عمل ملا۔ پھر ۶۲۲ عیسوی میں وہ مدینہ چلے گئے جہاں اُنہوں نے بڑی تعداد میں پیروکاروں کو جمع کرنا شروع کیا۔ دس سال کے اندر اندر اُن کے پچاس ہزار پیروکار جمع ہو چکے تھے۔ صدی کے اختتام تک، حضرت محمد کی اصل وحی کے ۸۰ سال کے اندر، اسلام نے مشرقِ وسطیٰ میں پھیلنا شروع کر دِیا۔ اسلام نے شمالی افریقہ میں کامیابی دیکھی، اور اکثر یہ کامیابی سراسر جنگ کے ذریعے سے تھی۔ لیکن اُس کی پیش قدمی اسپین میں رُک گئی۔ آخر میں، جن لوگوں نے اللہ اور اُس کے پیغمبر حضرت محمد کی پیروی کرنے کا دعویٰ کیا، اُنہوں نے رومی سلطنت کا تقریباً نصف حصہ فتح کیا۔ مشرقِ وسطیٰ اور شمالی افریقہ کی تاریخی کلیسیائی جماعت کو یا تو تباہ کر دِیا گیا یا پھر حقیر اور مظلوم اقلیتوں کا درجہ دے دِیا گیا۔

حضرت محمد نے مسیح کی الوہیت کا اِنکار کیا اور یہ بھی انکار کیا کہ مسیح خود صلیب پر مر گیا تھا۔ اُنہوں نے سیکھایا کہ نجات کسی اَور کی طرف سے کسی اَور کے کام سے نہیں آتی بلکہ اللہ کے سامنے خود ارادیت کے تابع ہونے سے آتی ہے۔ اسلام میں ایسی کسی نجات کے بارے میں نہیں جانتا جو خدا کے فضل یا مسیح کے کفارہ کے وسیلے ہو جس میں مسیح نے اِنسان کے گناہوں کو برداشت کیا اور اِس طرح اُنہیں نجات کی یقین دہانی کرائی۔ اسلام انسان مرکوز مذہب ہے کیوں کہ یہ کبھی بھی وہ چیز پیش نہیں کر سکتا جو صِرف خدا ہی یسوع مسیح کے ذریعے سے پیش کر سکتا ہے یعنی برگشتہ اور گناہ گار اِنسانوں کے لئے مسیح یسوع کا رحم، فضل اور نجات۔

جب اسلام عروج پر تھا تو کلیسیا کیا کر رہی تھی؟ کلیسیاؤں کے سب سے مشہور کلیسیائی اجتماعات میں سے ایک جو ساتویں صدی کے آخری تہائی میں ہوا، یہ "وٹبی کا سنڈ" (Synod of Whitby) تھا، جو ۶۸۴ عیسوی میں انگلینڈ میں جمع ہوا تھا۔ یہ بشپوں کا ایک کلیسیائی اجتماع تھا جو اپنے وقت کے "اہم" مسائل سے نبرد آزما تھے۔ اُس وقت کے پاسبان اور راہب ایسٹر کی تاریخ جیسے دیگر دنیوی روایاتی مسائل میں الجھے ہوئے تھے۔ اِس تاریخی مثال سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح بعض اوقات کلیسیا اپنے مشن کو مکمل طور پر بھول جاتی ہے۔ جب کہ ہر چیز کے لئے مناسب وقت ہوتا ہے، کلیسیا کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ سب سے اہم

کیا ہے: کلیسیا کو ارشادِ اعظم پر واضح اور ثابت قدم رہنا چاہئے، نہ صِرف دنیاوی مفاد کے لئے ملکوں اور قوموں کے دعویٰ کے لئے، بلکہ ایک کھوئی ہوئی اور ڈوبتی ہوئی دُنیا کے لئے اِنجیل کی منادی کے لئے بھی کلیسیا کا ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔

آٹھویں صدی

مسئلہ بُت شکنی

کلیسیا کی تاریخ کے طالب علموں کو قدیم کلیسیا کے اندر موجود دو نمایاں زبانوں اور روایات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ مغربی کلیسیاؤں میں، وہ کلیسیا جو روم کے ارد گرد مرکوز تھی، اُن کی تحریری زبان اور عبادتی زبان لاطینی تھی۔ مشرق میں کلیسیا کی بنیادی زبان یونانی تھی۔ یہ زبانیں اُن مختلف طریقوں کی علامت ہیں جن میں کلیسیا کی یہ دونوں روایات تشکیل پائیں۔ جیسے جیسے رومی سلطنت پھیلتی گئی، اِن روایات نے ایک دوسرے سے رابطہ کھودِیا اور اِن کی ترویج الگ الگ طریقوں سے ہوئی۔

اِن روایات کے درمیان امتیاز کو ظاہر کرنے والا آٹھویں صدی کا ایک مسئلہ خدا کی عبادت میں مجسموں یا مورتوں کا استعمال تھا۔ یہ مورتیں یسوع مسیح، مقدسہ مریم، مقدسین اور بعض اوقات تثلیث کے اقانیم کی عکاسی کرتی ہیں، اور مشرقی کلیسیا میں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ اِن مورتوں کے حق میں لوگوں نے دلیل دی کہ یہ تصاویر ''عام آدمی کی کُتب'' کے طور پر ضروری ہیں، یعنی ناخواندہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں کو بائبل مقدس کی سچائی پہنچانے کے لئے اور عبادت کو درُست سمت میں مرکوز کرنے میں مدد کرنے کے لئے لازم ہیں۔ عبادت کا مقصد شبیہ یا صورت نہیں تھا، بلکہ وہ شخص تھا، جو الٰہی ذات کی یا اِنسان کی نمائندگی کرتا تھا۔

تاہم، بہت سے لوگوں نے یہ سوچنا شروع کر دِیا کہ مورتیں وہ وسیلے ہیں جن کے ذریعے سے مسیح اُن سے بات کر رہا ہے اور جس کے ذریعے سے خدا اُنہیں برکت دے رہا تھا۔ مشرق میں رہنے والے مسیحی اِن مورتوں کے سامنے گھٹنے ٹیکتے، شاید اُنہیں مقدس چیزوں کے طور پر بوسہ دیتے اور کبھی کبھار اُن کے سامنے موم بتیاں اور خوشبو/بخور وغیرہ بھی جلاتے تھے تاکہ اُن کی خواہش کا اِظہار کیا جا سکے کہ اِس شخص کی شفاعت کے ذریعے سے آسمانی باپ اُن کی دعائیں سُنے گا۔

اِن طریقوں کی وجہ سے آٹھویں صدی کی کلیسیا میں *iconodules* (لفظی طور پر، مورتوں کے خادم'') اور *iconoclasts*(لفظی طور پر: ''بت شکن'') کے درمیان ایک بڑی تقسیم پیدا ہوئی۔ یہ مسئلہ ۷۸۷ عیسوی میں نقایا کی دوسری مجلس میں پیش کیا گیا۔ کلیسیا نے آخر کار مورتیوں کے اِستعمال کو تسلیم کر لیا، اِس بات پر زور دِیا کہ اِن کی پوجا نہ کی جائے بلکہ اِن کا استعمال صِرف تعلیم اور احترام کے لئے کیا جائے، یعنی صِرف اِس کی عزت کرنے کے لئے۔ تاہم، صدیوں کے دوران میں لوگ اِس حقیقت کو بھول گئے اور یوں اِن مورتیوں اور صورتوں کو عوامی عبادت اور شخصی عبادت میں زیادہ اہم مقام دِیا جانے لگا۔ اِس کے برعکس، ایسی مورتیں بنانے کے ساتھ ساتھ اِن کی عبادت یا خدمت کو خدا نے اپنے دوسرے حکم میں ممنوع قرار دِیا ہے۔ پھر بھی، ایسا لگتا ہے کہ اِنسان ہمیشہ خدا سے زیادہ عقل مند بننے کی کوشش کرتا ہے۔

بت شکنی کے مسئلے پر غور کرتے ہوئے، پروٹسنٹ کو بائبل کی ''شبیہات'' یا ''بصری مدد'' کو یاد رکھنا چاہئے جو ہمیں اِنجیل کو سمجھنے میں ہماری مدد کرنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔ نئے عہد نامے کی گواہی کلیسیا کو دو ساکرامنٹ فراہم کرتی ہے—بپتسمہ اور پاک عشاء۔ نئے عہد نامے میں مسیحیوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ اِن دو کلیسیائی رسومات کی اہمیت پر مسلسل غور و فکر کیا جائے کہ ''ساکرامنٹ ایک ایسا مقدس دستور ہے جو مسیح نے مقرر کیا ہے۔ جس میں ظاہری نشانوں کے وسیلے سے مسیح اور نئے عہد کی برکات اِیمان داروں کے لئے پیش کی جاتی، اُن کے لئے مہر کی جاتی اور مؤثر بنائی جاتی ہیں'' (ویسٹ منسٹر مختصر کیٹیکیزم سوال نمبر ۹۲)۔ اگرچہ، ہمیں کلیسیا میں ہر قسم کی مورتیوں کے استعمال پر منصفانہ تنقید کرنی چاہئے (جس کا کوئی جواز پیدا نہیں ہوتا)۔ لیکن ہمیں اپنے آپ پر بھی تنقید کرنی چاہئے کہ مسیحی ساکرامنٹ کے ''ظاہری نشانوں'' پر بہت کم توجہ دیتے ہیں جو یسوع مسیح نے خود ہمیں دیئے ہیں۔

اگرچہ، سنڈ اور کلیسیائی مجالس اندرونی تنازعات میں اُلجھی ہوئی ہیں، لیکن ہر صدی میں کلیسیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کی آنکھیں دُنیا کی ظاہری ضروریات کی طرف رُخ کر لیتی ہیں۔ آٹھویں صدی عیسوی کے دو ایسے لوگ اِس ظاہری نقطۂ نظر کی مثال پیش کرتے ہیں۔ سب سے پہلے بونی فیس (Boniface) ہے جسے ''جرمنی کے رسول'' کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ ساتویں صدی کے آخر میں ڈیون (Devon) کے کریڈیٹن (Crediton) میں پیدا ہونے والے بونی فیس نے خود کو مسیح اور کلیسیا کی خدمت کے لئے وقف کر دِیا، اُس نے اپنی زِندگی دُنیا کے مختلف حصوں بشمول فریسیا، تھرنگیا اور باویریا میں اِنجیل کی بشارت کے لئے

گزاری دی۔ بونی فیس نے خود کو اکثربت پرست ثقافتوں میں پایا، لیکن وہ پھر بھی اِنجیل کی قوت سے اُن کے خلاف کھڑا رہا۔ آخر کار وہ ۷۵۴ عیسوی میں مسیح کے لئے شہید ہو گیا۔

آٹھویں صدی کی دوسری مثال الوپان یا الوپن (Alopan) ہے۔ سنگ خارہ سل (Sigan-Fu stone)، جو سترہویں صدی کے اوائل میں رومن کیتھولک مشنریوں کے ذریعے سے شمال مغربی چین میں دریافت ہوا تھا، اور یہ سنگ خارہ سل چین میں مسیحیت کی آمد کو اِس سل کی تحریر کے وقت سے ۱۵۰ سال پہلے، تقریباً ۷۸۰ عیسوی میں ریکارڈ کرتا ہے۔ اِس میں ایک آشوری مشنری الوپن کی خدمت کا ذکر کیا گیا تھا جو اِنجیل کی منادی کے لئے شام سے چین آیا تھا۔ آٹھویں صدی عیسوی تک چینی شہنشاہ مسیحیوں پر ظلم و ستم کر رہے تھے اور چین میں اِنجیل کی شمع کو بجھا رہے تھے۔ ایک ہزار سال بعد سنگ خارہ سل دریافت کرنے والے مشنریوں نے یہ سیکھا کہ ساتویں اور آٹھویں صدی میں لوگ چین میں یسوع مسیح کے لئے سب کچھ کرنے اور یہاں تک کہ اپنی جانوں کی قربانی دینے کے لئے بھی تیار تھے۔

نویں صدی

کلیسیا میں اقتدار کے لئے جدوجہد

رترامنس اور گوتشالک

نویں صدی کے سب سے بڑے تناؤ کے نکات میں سے نقایا کے عقیدے کا ایک جُز تھا۔ نقایا کے عقیدے کے متن میں اِس شق کی شمولیت بالآخر مغربی کلیسیا اور مشرق کی کلیسیاؤں کے درمیان ایک بڑی تقسیم کا باعث بنی۔

بعض طریقوں سے یہ ایک الٰہیاتی امتیاز تھا یعنی باپ اور بیٹے کے ساتھ رُوح کے تعلق کو سمجھنے میں ایک امتیاز۔ لیکن یہ امتیاز دُنیا بھر میں دیدنی کلیسیا اور اِس کے دورہنماؤں کے درمیان طاقت کی لڑائی کا بھی حصہ تھا: پوپ یا روم کے بشپ، نکولس، تنظیمی مہارت کے حامل شخص، اور ماہرِ الٰہیات اور واعظ فوٹیوس (Photios) اور قسطنطنیہ کے بزرگ۔ دوسرے لفظوں میں، عقیدے کا یہ مسئلہ ساری مسیحی دُنیا پر پوپ کی بالادستی قائم کرنے کی طویل مہم میں ایک میدانِ جنگ بن گیا تھا۔

اِس مسئلے کے درمیان پوپ نکولس نے اُن لوگوں سے اپیل کی جنہیں علما سوڈو-آئسیڈورین ڈیکریٹلز (Pseudo-Isidorean Decretals) کہتے ہیں۔ اِن دستاویزات نے روم کے بشپ کو عالم گیر یا دُنیا بھر کی کلیسیا پر اعلیٰ اختیار دِیا۔ وہ یقینی طور پر Isidore of Seville, نہیں لکھے تھے، لیکن بہت بعد کے عرصے میں اِسے ایک نامعلوم ذریعہ نے تیار کر لیا تھا۔ بزرگ فوٹیوس نے اِن دعوؤں پر اعتراض کیا، جیسا کہ مشرقی کلیسیاؤں کے دیگر تمام بزرگوں اور بشپوں نے کیا تھا۔

پاپائیت کے دعوؤں پر اِس مسئلے کے باوجود کلیسیا میں انفرادی شخصیات مسیح کی بادشاہی کی توسیع کو دیکھنے کے لئے بڑے جوش کے ساتھ اُبھر رہی تھیں۔ نویں صدی کے وسط میں تھسلُنیکے سے تعلق رکھنے والے دو بھائی، سرِل (Cyril) اور میتھوڈس (Methodius) نے اِنجیل کو اِس خِطے میں پھیلانے کا آغاز کیا جو بعد میں روس بن گیا۔ آج اکثر اُنہیں ''سلاوی کے رسول'' کہا جاتا ہے۔ اُنہوں نے کتابِ مقدس اور کلیسیائی طرزِ عبادت کو سلاوی زبان میں ترجمہ کرنے کے لئے سلاوی زبان کا رسم الخط ایجاد

کیا، جو مشرقی یورپ کی سلاوی قوموں کے لئے مسیح کی منادی کے لئے ضروری ہتھیار کی طرح ہے۔ وہ بحیرہ اسود(Black Sea) کے آس پاس کے پورے علاقے میں اِنجیل کی بشارت کرنے کے قابل تھے۔ آج اِن میں سے بہت سے مقامات پر مسیحی کلیسیاؤں کی موجودگی کا اندازا اِن کی مبشرانہ خدمت سے لگایا جا سکتا ہے۔

نویں صدی عیسوی کا ایک اور قابل ذکر ماہر الٰہیات کوربی (Corbie) کا رترامنس(Ratramnus) ہے، جس نے اپنے ساتھی راہب پاسچیسیئس ریڈبرٹس(Radbertus) کی مخالفت میں لکھا تھا، جس نے اِس خیال کو پیش کیا کہ روٹی اور مے کی تقدیس نے اِن زمینی عناصر کو مسیح کے گوشت اور خون میں تبدیل کر دیا ہے جِسے تبدیلی جوہر (Transubstantiation) کہا جاتا ہے۔ رترامنس نے بھی پہلے سے مقرر منزل کا دفاع کیا، حالاں کہ وہ اُس میں اِتنا پُر جوش نہیں تھا جتنا گوتشالک تھا۔

زاکسن(Saxony) میں پیدا ہونے والے گوتشالک کو اِس کے والدین نے کلیسیا میں خادم بننے کے لئے سونپ دیا۔ گوتشالک اوگسطین کی تحریروں سے متاثر ہوا۔ اوگسطین نے اِس بات پر زور دیا تھا کہ ہم نہ صِرف روحانی طور پر بیمار ہیں، بلکہ جیسا کہ پولُس رسول نے اِفسیوں ۲ باب میں بیان کیا کہ ہم اپنے قصوروں اور گناہوں کے سبب سے مردہ ہیں۔ گوتشالک نے نجات کے لئے بعض لوگوں کی برگزیدگی کے لئے خدا کے فضل پر غور کرنا شروع کیا۔ لیکن اُس نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ کلیسیا میں بہت سے رہنما اعمال کے ذریعے راست بازی اور نجات کی تعلیم دے رہے تھے۔ گاتشالک نے استدلال کیا کہ ہمیں اِس نجات کو سمجھنے کی ضرورت ہے جو ہم اِیمان کے ذریعے سے حاصل کرتے ہیں، اور یہ ایک ایسا تحفہ ہے جو خدا نے ہمیں ہماری پیدائش سے پہلے دینے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اِس سے پہلے اوگسطین کی طرح، گوتشالک نے خدا کے سامنے راست بازی حاصل کرنے میں کسی بھی انفرادی تعاون کے لئے کوئی جگہ نہیں چھوڑی۔ ہمارا اِیمان اور اعمال محض اِس نجات کی عکاسی کرتے ہیں جو ہمیں ملی ہے، نہ کہ یہ نجات میں حصہ ڈالنے والے عناصر ہیں۔

اگرچہ اوگسطین صرف فضل سے نجات کی منادی کرتا تھا، لیکن گوتشالک نے بعض اوقات اپنے واقعات کو غیر دانش مندانہ انداز میں پیش کیا۔ وہ پہلے دوہری تقرری کے بارے میں پُر جوش تھا، یعنی یہ نظریہ کہ خدا نے بعض کو ابدی زِندگی کے ساتھ

ساتھ بہت سے لوگوں کو ابدی سزا کے لئے مقرر کیا ہے۔ اِس کی پُر جوش منادی کے نتیجے میں آخر کار اِسے ایک بدعتی کے طور پر مذمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اِسے اُس کی خدمت سے معزول کر دِیا گیا اور بیس سال تک قید میں رکھا گیا۔

گوتشالک نے اِس مذمت کا مقابلہ کیا اور درخواست کی کہ اُسے اِس مقدمے سے گزرنے کی اجازت دی جائے تاکہ یہ ظاہر کیا جا سکے کہ آیا وہ واقعی بدعتی ہے یا نہیں۔ اُس کا پختہ یقین تھا کہ وہ بائبلی سچائی کے واعظ کے طور پر فتح یاب ہو گا۔ گو کہ گوتشالک اِتنا دھیما نہیں تھا جتنا اُسے ہونا چاہئے تھا، لیکن وہ نجات میں ہماری شراکت کے بارے میں دُرست تھا۔ جس لمحے ہم یہ سوچنا شروع کرتے ہیں کہ ہم نے اپنی نجات حاصل کرنے کے لئے کچھ حصہ ڈالا ہے، تو نئے عہد نامے میں سکھائی گئی فضل کے ذریعے نجات ختم ہو جاتی ہے۔ کلیسیا کو گوتشالک کی اِنسانی کمزوریوں کے باوجود اُس کی یاد کا احترام کرنا چاہئے۔ ہمیں سرِل اور میتھوڈیس جیسے مشنریوں کے بارے میں بھی خود کو تعلیم دینا جاری رکھنا چاہئے، اور یاد کرنا چاہئے طاقت اور شہرت کی جستجو، جس کا مظاہرہ پوپ نکولس نے کیا، بالآخر کلیسیا کے مشن اور گواہی سے ہٹ جاتی ہے۔

دسویں صدی

تاریک دَور

ہم بعض اوقات کہتے ہیں کہ تاریخ خود کو دہراتی ہے۔ پہلی صدی کے آخر میں، کلیسیا کی حالت بالکل ویسی ہی تھی جس کا آج ہم سامنا کر رہے ہیں۔ دسویں صدی عیسوی میں کلیسیا ثقافتی اور سیاسی طور پر نہیں بلکہ الٰہیاتی طور پر زوال پذیر تھی۔ ہم اِس دَور کو ''تاریک دَور'' کہتے ہیں اور بعض طریقوں سے یہ وضاحت دُرست بھی ہے۔ کسی زمانے میں مضبوط سلطنتیں اور بادشاہتیں بھی ریزہ ریزہ ہونے لگتی ہیں۔ طاقت کا ترازو کلیسیا کی طرف منتقل ہو رہا تھا اور علاقائی حدود بھی بدل رہیں تھیں۔

ایک اور مماثلت دسویں صدی کی نام نہاد مسیحیت ہے۔اِسے اسمیت یا تحدیدیت کہا جاتا ہے جس (Nominalism) کا ایک حصہ کلیسیا کے باہر طاقت اور اثر ورسوخ کی جدوجہد کا نتیجہ تھا، جس کی وجہ سے باطن سے اِیمان کو فروغ دینے میں غفلت ہوئی۔ کلیسیا کی طاقت کے حصول نے کلیسیا اور اُس کے رہنماؤں کو بدعنوان کر دِیا۔ اور یوں تعلیمی معیار گر گیا اور خدا کے کلام کی خدمت کرنے والے بہت سے لوگ کلیسیا کی اِس حالت سے بالکل بے خبر تھے۔ ایک لاعلم خدمت، اِنجیل کی قدرت سے معاشرے میں پیدا ہونے والے زوال کو روک نہیں سکتی۔ شمال (وائکنگز یا نورسیمین) اور جنوب اور مشرق (مسلمان) سے نئی طاقتیں کلیسیا کی دُنیاوی طاقت کو چیلنج کرتے ہوئے اُبھریں۔ کلیسیا کے اراکین کی روحانی سمت نہ ہونے کے باعث اِن کا بہت کم جواب دِیا۔

ایک مُستثنیٰ مشرقی فرانس کے شہر کلونے (Cluny) میں راہبوں کے ایک گروہ کی طرف سے آیا۔ اِن بینی ڈکٹ (Benedictine) راہبوں نے چاروں اطراف سے روحانی زوال کو دیکھتے ہوئے اپنے آپ کو کتابِ مقدس کے مطالعے، خدا کی عبادت، مسیحی زِندگی کی سادگی اور مختلف دیگر رُوحانی نظم وضبط کے لئے وقف کر دِیا۔ اُنہوں نے تسلیم کیا کہ مجموعی طور پر، کلیسیا کے اراکین خداوند کو جاننے اور اُس کی عبادت کا جذبہ کھو چکے ہیں۔ کلیسیا کے رہنما دُنیاوی ذہنیت کے حامل ہو گئے اور رُوحانی معاملات

میں دِلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ کلینیاک اِصلاح (Cluniac Reform) کاآغاز قرونِ وسطیٰ کی مزید رُوحانی کاوشوں میں سے ایک کے طور پر ہوا، لیکن یہ تحریک خود زوال اور دُنیاوی آزمائشوں کا شکار ہو جائے گی، جس کے لئے آنے والی صدیوں میں ایک اور اِصلاح کی ضرورت ہو گی۔

دسویں صدی کے آخری سالوں میں ۹۸۸ عیسوی میں کیو (Kiev) میں شہزادہ ولیدی میر (Vladimir) اور اُس کے بارہ بیٹوں کے بپتسمے کے ساتھ مسیحیت نے روس تک اپنی رسائی بڑھادی۔ ولیدی میر نے قسطنطنیہ بھیجے گئے سفیروں کی اطلاع حاصل کرنے کے بعد مسیحیت قبول کی۔ اُنہوں نے اِس عظیم شہر کے اِیمان اور عبادت کا ایک مثبت بیان دِیا، اور جسٹنین کی مقدس حکمت باسلیقی عمارت کی شان و شوکت سے متاثر ہوئے۔ جنوبی سلاویوں میں سرِل اور میتھوڈیس کے نمایاں کام نے سلاوی زبان میں عبادت کے طرز اور مسیحی ادب کا ایک مجموعہ پیش کر کے راستہ تیار کیا تھا۔ کیو (Kiev) کے زیادہ تر لوگوں نے اپنے شہزادے کی مثال کی پیروی کی، اور ہزاروں نے دریائے نیپر (Dnieper River) میں بپتسمہ لِیا۔ اِس طرح سے روس کی آرتھوڈکس (Orthodox) کلیسیا کاآغاز ہوا۔

مسیحی دَور کی پہلی صدی کے اختتام پر کلیسیا کو کم از کم رومی سلطنت کی حدود کے اندر ثقافتی غلبے کی حالت میں پایا گیا۔ کلیسیا کے پاس بھی وحشی قبائل کے حملوں سے بچنے اور حملہ آوروں کے تبدل میں کامیابی کا کوئی معمولی پیمانہ نہیں تھا۔

جیسے جیسے سلطنت تقسیم ہوئی، اور حملہ آور وحشیوں کے سامنے پیچھے ہٹنا شروع ہوئی، کلیسیا اُسی طرح مشرق اور مغرب میں تقسیم ہوتی گئی۔ مشرقی کلیسیا رومی شہنشاہوں کے تحفظ میں رہتی تھی، جو اب قسطنطنیہ میں حکمرانی کرتے ہیں۔ کلیسیا کو شاہی سرپرستی حاصل تھی، لیکن اِسے اپنے معاملات میں شاہی مداخلت کا بہت زیادہ نقصان بھی اُٹھاناپڑا۔ مغربی کلیسیا کو تنہا کھڑا ہوناپڑا اور سلطنت کی نشست مشرق کی طرف منتقل ہونے کے بعد بقیہ خلا کو پُر کرنا تھا۔ روم کے پوپ، اقتدار اپنے ہاتھوں میں لینے کی حالت میں تھے، اُنہوں نے ایسا کیا بھی کیوں کہ اُن کا حساب لینے والا کوئی نہیں تھا۔ اِٹلی کے بڑے حصوں پر پاپائے اعظموں کی حکمرانی تھی، جن کے پاس زمین کے بہت بڑے رقبے تھے، اور وہ اِن زمینوں کی آمدنی پوری دُنیا کی کلیسیا اور اُن کے زیرِ تسلط بہت سی بادشاہتوں اور سلطنتوں کے حکمرانوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے اپنی مہمات کو فنڈ دینے کے لئے استعمال کرتے تھے۔

آج کی دُنیا دسویں صدی سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ کلیسیا کو بت پرستی کے ساتھ ساتھ دُنیاوی کامیابی کی آزمائشوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ، بعض لوگ دسویں صدی کو "تاریک دَور" قرار دیتے ہیں، لیکن ہمیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ہمارا اہم عصر معاشرہ اخلاقی اور روحانی اندھیرے کا مظہر ہے، اور کلیسیا کو اِنجیل کی روشنی کے ساتھ جواب دینے کے لئے چیلنج کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات کلیسیا غیر متحرک ہو کر اپنی گواہی کو دنیاوی اغراض کے سامنے بے آواز ہونے دیتی ہے۔ اِس کی بجائے کلیسیا کو خدا کے کلام کی پہچان میں مستقل طور پر ترقی کرنی چاہیے، خدا کی عبادت سے مضبوط ہونا چاہئے، اور یسوع مسیح کے لئے روزمرہ کی عبادت کی تکمیل کے لئے خود کو وقف کرنا چاہئے۔ مسیح کے لئے جینے اور اِنجیل کا اعلان کرنے سے ہم تاریکی میں ایک بے حد ضروری نور چمکا سکتے ہیں۔

گیارھویں صدی

بڑی کلیسیائی تقسیم

کنڑبری کا انسلم

گیارھویں صدی میں بھی کلیسیا کو ایک تاریک مقام پر پایا گیا، حالاں کہ نور کی کِرن چمکتی رہی تھی۔ اِس کا ایک تاریک ترین واقعہ جسے عام طور پر فرقہ پرستی/ تقسیم کہا جاتا ہے، ۱۰۵۴ عیسوی میں پیش آیا۔ لاطینی بولنے والی مغربی کلیسیا اور یونانی بولنے والی مشرقی کلیسیاؤں کے درمیان فی الواقع تقسیم کو مطلق اور ناقابل مصالحت بنادِیا گیا تھا۔ روم کے پوپ اور قسطنطنیہ کے بزرگ نے ایک دوسرے کو بے دخل کر دِیا، اور ایک دوسرے کے اختیار میں کلیسیاؤں کو ایک دوسرے کے خلاف دُشمن محاذوں کے طور پر ترتیب دِیا گیا۔ دیدنی کلیسیا کا اتحاد آپس میں ٹوٹ گیا اور یہ آج تک ٹوٹا ہوا ہے۔

اِس اختلاف کا مرکز ''فلیو کیوے'' (*filioque*) یعنی ''اور بیٹے سے'' کی شق کو نقایا کے عقیدے میں شامل کرنے پر تھا۔ پانچویں صدی عیسوی کے مغربی علما، اوگسطین کے زیرِ اثر باپ اور بیٹے کے ساتھ رُوح کے تعلق کے بارے میں کتابِ مقدس کو نئے سرے سے دیکھنا شروع کر چکے تھے۔ وہ اِس نتیجے پر پہنچے کہ کتابِ مقدس بیان کرتی ہے رُوح القدس نہ صِرف باپ سے بلکہ بیٹے سے بھی صادر ہوتا ہے۔ لہٰذا، پانچویں صدی عیسوی کے بعد سے مغربی کلیسیا نے نقایا کے عقیدے کے اِس متعلقہ مضمون میں فلیو کیوے شق کو شامل کر دِیا تھا، جس سے اِسے وہ شکل مل گئی تھی جس میں یہ آج ہمارے پاس موجود ہے: ''میں اِیمان رکھتا ہوں رُوح القدس پر جو خداوند اور زِندگی بخشنے والا ہے۔ وہ باپ اور بیٹے سے صادر ہے۔''

مشرقی کلیسیاؤں نے یہ مسئلہ اُٹھایا اور نقایا کی مجلس کی اصل تشکیل کی اپیل یہ دلیل دیتے ہوئے کی کہ لاطینی بولنے والے مغربی کلیسیا کو ایک عالمی مجلس کے ذریعے سے اپنائے گئے ضابطے کو تبدیل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ لیکن اِس تشویش کے

پیچھے مشرقی کلیسیاؤں کا مغربی دعویٰ پر اعتراض تھا کہ پوپ دُنیا بھر کی کلیسیا کے سب سے بڑے بشپ اور زمین پر یسوع مسیح کے نمائندے ہوتے ہیں۔

اِس تاریک دَور میں روشنی کی ایک کِرن کینٹربری کا انسلم (Anselm) تھا، جو ایک باصلاحیت دانش ور اور روحانی اور اخلاقی جرات مند شخص تھا۔ انسلم نے خدا کے وجود کے لئے اپنی معروف نظریاتی دلیل کو فروغ دِیا اور خدا کی موجودگی اور فطرت کے بارے میں پُر فکر الٰہیاتی استدلال اور فلسفیانہ تجزیہ فراہم کر کے کلیسیا کی خدمت کی۔

انسلم نے ''کر ڈیوس ہومو'' (*Cur Deus Homo*)، یا خدا اِنسان کیوں بنا؟ اور یسوع مسیح کے کفارہ اور اِس کے پیچھے خدا کے مقاصد کی گہرائیوں کو بیان کیا۔ اُس نے دلیل دی کہ خدا کا اِنصاف اِس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنے لامحدود جلال اور عظمت کے خلاف کئے گئے گناہوں کو جسم اور رُوح میں گناہ گار کو دائمی سزا دے۔ گناہ گار ہونے کے ناطے، ہماری واحد اُمید ایک درمیانی اور نجات دہندہ کو تلاش کرنا ہے جو اِنسان بھی ہے اور کامل طور پر راست باز بھی ہے، اور اِس طرح ہمارے گناہوں کی تشفی کرنے کے قابل ہے۔ لیکن وہ [مسیح] خدا بھی ہے جو تمام مخلوقات سے زیادہ طاقت ور ہے، اور اِس لئے وہ خدا کے غضب کے بوجھ کو برداشت کرنے اور ہمارے لئے راست بازی اور ابدی زِندگی حاصل کرنے کے قابل ہے۔ ہمارا خداوند یسوع مسیح جو ''خدا بھی ہے اور اِنسان بھی'' وہ نجات دہندہ ہے جو خدا نے ہمیں مہیا کیا ہے۔

اِس وقت کے دوران میں کلیسیا کے اندر بہت سے لوگوں نے کلیسیا اور ریاست کے مابین قریبی تعلقات سے پیدا ہونے والی بدعنوانی کو تسلیم کیا۔ قسطنطنیہ کے زمانے سے، بادشاہوں نے اپنی حکمرانی کے تحت کلیسیاؤں کے لئے بشپ مقرر کرنے کے حق کا دعویٰ کیا تھا، اور اُنہوں نے فطری طور پر ایسے لوگوں کا انتخاب کیا جو اُن کی پالیسیوں کی حمایت کرتے تھے اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے میں اُن کی مدد کرتے تھے۔ گیارھویں صدی کے آغاز سے، پاپائے اعظموں کا ایک سلسلہ اِس طرزِ عمل میں شروع ہوا جو بادشاہوں کے اختیار کو چیلنج کرنے لگے۔ اِس کو سرمایہ کار مسئلے Investiture Controversy کے نام سے جانا جانے لگا، اور اِس کا یہ نام اِس لئے رکھا گیا، کیوں کہ بشپ مقرر کرنے والے بادشاہوں نے اِنہیں لقب، جائیداد دینے اور دیگر عارضی حقوق کے ساتھ ساتھ اپنے دفتر کی علامتوں کے ساتھ سرمایہ کاری کرنے لگے، جس میں سونے کا عصائے اُسقف اور سونے کی انگوٹھی شامل تھی۔ پوپ گریگوری ہشتم نے اِس کے جواب میں کلیسیا کی طاقت پر زور دِیا کہ وہ بشپوں کو مقرر کرے اور اُنہیں ایک سے

دوسرے میں منتقل کرے۔ پوپ نے نویں صدی میں بادشاہ چارلس اعظم کی تاج پوشی کو ایک نظیر کے طور پر پیش کرتے ہوئے، رومی شہنشاہ پر اپنی طاقت کا دعویٰ کیا۔ یہ مسئلہ بارھویں صدی تک جاری رہا اور آخر کار پوپ نے زیادہ تر طاقت حاصل کر لی جس کے لئے اُس نے اور اُس کے پیشروؤں نے جدوجہد کی تھی۔

اِس نتیجے نے پاپائے اعظموں کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ خود کو دُنیاوی معاملات میں زیادہ سے زیادہ شامل کریں اور کلیسیا کے لئے زیادہ سے زیادہ مالی قیمت پر سیاسی اور یہاں تک کہ فوجی طاقت کا استعمال کریں۔ پوپ پہلے جغرافیائی سیاست دان بن گئے، اور اُنہوں نے خود پر کسی بھی طریقے سے فنڈ جمع کرنے کی مستقل ضرورت کا بوجھ ڈالا، اور وہ طریقہ چاہے درُست ہو یا غلط۔ دُنیاوی ذہن رکھنے والے پوپ کو کلیسیا کی رُوحانی ترقی کی کوئی پرواہ نہیں تھی، اور دُنیا میں اُنہیں اپنی حقیقی بلاہٹ اور مشن میں بہت کم یا بالکل ہی دلچسپی نہیں تھی۔

بارھویں صدی

صلیبی جنگیں، ایبلارڈ، لامبارڈ

اور والڈنسیس

جیسے ہی گیارھویں صدی کے بعد بارھویں صدی کا آغاز ہوا، تو کلیسیا نے ۱۰۵۴ عیسوی کی کلیسیائی تقسیم کے تلخ نتائج حاصل کرنا شروع کر دیئے۔ کلیسیا کی اِس تقسیم کے آثار پوری سرزمین پر ظاہر ہوتے رہے۔ اِس تقسیم کا ایک نتیجہ مسیحی فوجی مہمات کا بدقسمت سلسلہ تھا جسے صلیبی جنگوں کے نام سے جانا جاتا ہے۔ پوپ کی طرف سے اُکسائے گئے اور مغرب کی مختلف ریاستوں کی حمایت یافتہ اِن مہمات نے، اسلام کے خطرے کا مقابلہ کرنے اور یروشلیم اور فلسطین کی ''مقدس سرزمین'' پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کی۔

پہلی صلیبی جنگ گیارھویں صدی کے آخری چند سالوں میں شروع ہوئی اور اِس کے بعد بارھویں صدی میں صلیبی جنگوں کا آغاز ہوا۔ دوسری صلیبی جنگ (۱۱۴۵-۱۱۵۹) کے لئے کلیروکس (Clairvaux) کے مشہور راہب برنارڈ (Bernard) نے اُکسایا تھا، جس نے اعلان کِیا کہ: ''اگر کافروں کو دوسرے طریقوں سے اِیمان داروں پر ظلم کرنے سے روکا جا سکتا ہے تو اِنہیں قتل کرنا ضروری نہیں۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ اِنہیں موت کے گھاٹ اُتار دِیا جائے، اِس سے پہلے کہ بدکاروں کی لاٹھی راست باز لوگوں پر رکھی جائے۔ راست باز مسیح کے دُشمن کو قتل کرنے کی وجہ سے سرزد ہونے والے کسی گناہ سے نہیں ڈرتے۔ مسیح کا سپاہی محفوظ طریقے سے قتل کر سکتا ہے اور زیادہ محفوظ طریقے سے مر سکتا ہے۔ جب وہ مر جاتا ہے تو اِس سے اُسے خود فائدہ پہنچتا ہے۔ لیکن جب وہ قتل کرتا ہے، تو وہ مسیح کو فائدہ پہنچاتا ہے۔'' کلیسیا نے اسلام کے خطرے کا جواب دینے کے لئے رُوح القدس کے ہتھیاروں جیسا کہ اِیمان، محبت، دُعا، بشارت اور نیک کاموں پر اِنحصار کرنے کی بجائے، سیاسی، عسکری اور مالی طاقت کی طرف توجہ دی۔

یہ خیال کیاجاتاہے کہ اِسلامی طاقتیں فقط وہی زبان سمجھیں گی جو وہ خود—— تشدد کی زبان بولتی ہیں۔ صلیبی جنگجو یہ سمجھنے میں ناکام رہے کہ مسیح اپنے لوگوں کو ایک مختلف زبان بولنے کا حکم دیتا ہے۔ ہمارے وسائل اور مقاصد صِرف خداوند یسوع کے ہونے چاہئیں۔ مسیح یسوع کے نام میں ہماری زبان محض عاجزی اور محبت کی زبان ہونی چاہئے نہ کہ تشدد، قتل وغارت اور انتقام کی۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ صلیبی جنگجوؤں نے مشرقی مسیحیوں اور یہودیوں کو اُن کے مسلم سرداروں سے الگ نہیں سمجھا اور اِسی وجہ سے اُن پر بھی آگ اور تلوار سے حملہ کیا گیا۔ آخر میں صلیبی جنگیں اپنے بیان کردہ مقاصد کے حصول میں ناکام رہیں۔ اور یہ آج بھی مسیحی کلیسیا پر ایک سیاہ داغ ہیں۔

بارھویں صدی کی ایک قابلِ ذکر شخصیت پیٹر ایبلارڈ (Peter Abelard) تھی، جو شاید اپنے علمِ الٰہی کے مقابلے میں ہیلوئیس (Heloise) کے ساتھ اپنی محبت کی وجہ سے زیادہ مشہور تھا۔ تاہم، وہ اپنے وقت کے سب سے بااثر ماہرِ علمِ الٰہیات میں سے ایک تھا۔ اُس نے مسیح کے کفارے کے بارے میں انسلم کے مقابلے میں کافی مختلف نقطہء نظر سیکھایا، اور اِس بات پر زور دِیا کہ اِنسان یسوع مسیح میں خدا کی محبت کے غیر معمولی اِظہار سے نجات پاتا ہے۔ اِس طرح کے استدلال سے ہمیں مغلوب ہونا چاہئے اور ہمیں اِیمان کے ساتھ خدا کو جواب دینے کا باعث بننا چاہئے۔ لیکن ایبلارڈ یہ دیکھنے میں ناکام رہا کہ خدا کی محبت کے بارے میں حیرت انگیز بات کیا ہے "جب ہم گناہ گار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر موا" (رومیوں ۵ باب ۸ آیت)۔ بائبل مقدس محبت اور کفارے کو مربوط کرتی ہے: "محبت اِس میں نہیں کہ ہم نے خدا سے محبت کی بلکہ اِس میں ہے کہ اُس نے ہم سے محبت کی اور ہمارے گناہوں کے کفارے کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجا" (۱-یوحنا ۴ باب ۱۰ آیت)۔ اگر یسوع مسیح کی موت گناہ کے لئے تسلی بخش نہیں ہے، تو یہ خدا کی طرف سے ایک غیر معمولی اِشارے تک محدود ہو جاتی۔

اِس کے بعد پیٹر لمبارڈ (Peter Lombard) بھی قابلِ ذکر شخصیت تھی، جو کتاب بعنوان "The Sentence" کے مصنف تھا، جو کہ علمِ الٰہی کے مختلف پہلوؤں پر آبائے کلیسیا کے اقتباسات کی ایک تالیف ہے۔ بارھویں صدی سے سولہویں صدی تک، علمِ الٰہیٰ کے طالب علموں کو اکثر لمبارڈ کے جملوں پر ایک وضاحت اور تفسیر لکھنے کی ضرورت ہوتی تھی۔

لمبارڈ کا طریقہ اُس زمانے کی خصوصیت تھا، جب الٰہیاتی بحث و مباحثہ زیادہ تر کلیسیائی مجالس کے احکام، قدیم مصنفین کی رائے اور لوگوں کے نظریات کی اپیلوں پر مشتمل ہوتا۔

بارھویں صدی کے فرانس میں، والدنسیس اور والدنسیئن تحریک کا آغاز ہوا، جس کی بنیاد پطرس والدو (Peter Waldo) نے رکھی تھی، جس نے لیونز (Lyons) میں (۱۱۷۶-۱۱۷۰) میں منادی کی تھی۔ پطرس والدو نے اپنے پیروکاروں کو جمع کیا جنہیں ''غریب لوگوں'' کے نام سے جانا جاتا تھا، کیوں کہ وہ غربت اور زِندگی کی سادگی پر زور دیتا تھا۔ والدو کے پیروکاروں نے مغربی کلیسیا کی بہت سی غلطیوں پر اور بدعنوان طریقوں پر اعتراض کیا جو بعد میں سولھویں صدی میں کلیسیائی اِصلاح پسندوں کے ذریعے سے نشانہ بنائے گئے۔

۱۱۸۴ عیسوی میں پوپ کی پابندی کے تحت آنے کے بعد، وہ جلد ہی فرانس سے باہر پھیل گئے۔ اُنہوں نے کئی صدیوں تک سخت ایذارسانی برداشت کی، لیکن وہ ہمارے زمانے تک کلیسیاؤں میں اِنجیل کے بشارتی خاندان کا حصہ رہے ہیں۔

اِس دَور سے بہت سے سبق سیکھے جا سکتے ہیں۔ ایک اہم سبق یہ ہے کہ جب دُنیا کا ایجنڈا، کلیسیا کا ایجنڈا بن جاتا ہے تو کلیسیا کی حقیقی بلاہٹ کو ایک طرف رکھ دِیا جاتا ہے۔ اگرچہ، بارھویں صدی کی کلیسیا اِس غلطی میں گر گئی، لیکن اِس کی روشنی ہمیشہ کے لئے بجھ نہ سکی۔ خدا نے کسی دَور میں بھی خود کو بغیر گواہ کے نہیں چھوڑا۔ مسیح نے تاریک ترین دَور میں بھی اپنی کلیسیا کو نہ چھوڑا۔ آخر کار، ہمیں اپنے آپ کو یسوع مسیح کے قدموں میں جھکنے کی یاد دِلانے کی ضرورت ہے، جو ہمارا اُستاد ہے اور جس کے ایجنڈے کی ہمیں پیروی کرنی ہے، اور دُنیا کے گواہ کے طور پر ہمیں اِنجیل پر مبنی طرزِ زندگی گزارنے کی ضرورت ہے۔

تیرھویں صدی

اسیسی کا فرانسس اور

تھامس ایکوانس

بارھویں صدی کے آخر میں مسیحی کلیسیا کی روحانی حالت کی ایک اہم علامت ۱۱۸۷ میں صلاح الدین کے ذریعے سے یروشلیم پر قبضہ ہے۔ پھر بھی گیارھویں اور بارھویں صدی کی صلیبی جنگیں —— جو تیرھویں صدی کے بیشتر حصے میں بھی جاری رہیں —— آج کے مسیحیوں کے لئے اِس بات کی نشان دہی کرتی ہیں کہ کلیسیا مسیح کی اِنجیل سے کس حد تک بھٹک گئی تھی۔ کلیسیا نے مسیحی اِیمان کے آثار اور مقدس مقامات کے دفاع کے ایک طریقے کے طور پر خون ریزی کی منادی کی۔ روحانی ہونے کا مطلب ہر وقت خود سے لڑنا تھا۔ اِنجیل کے ذریعے سے تبدیل کرنے والی منادی تنزلی کا شکار ہو چکی تھی۔

تاہم، تیرھویں صدی میں ایسے گروہ اور افراد موجود تھے جو کلیسیا کی توجہ کو مسیح اور رسولوں کی تعلیم پر دوبارہ سے مرکوز کرنے کے بارے میں فکر مند تھے۔ نتیجتاً، تیرھویں صدی اپنے مغربی مذہبی احکامات کی وجہ سے مشہور ہوئی۔

رومن کیتھولک کلیسیاؤں نے بینڈکٹائنی(Benedictines)، سسٹر سینئز(Cistercians) ،اور پریمونسٹر ٹینئز (Premonstratensians) کے خانقاہی احکامات میں ایک اہم کردار ادا کرنا جاری رکھا۔ بہت سے مینڈیکینٹ (Mendicant)احکامات، جو بنیادی طور پر منادی، پاسبانی خدمت اور غربت پر مرکوز تھے، اِسی صدی میں قائم ہوئے تھے۔ لیون کی دوسری کونسل کے ذریعے سے تسلیم شدہ چار مینڈیکینٹ احکامات میں سے پہلے واعظین کے احکام (دومنکی) ہیں، جس کی بنیاد ۱۲۱۵ عیسوی میں ڈومینک ڈی گوزمین(Dominic de Guzman) نے رکھی تھی؛ مقدس اوگسطین (آگسطینی) کے راہب، جو ۱۲۵۶ عیسوی میں مقدس اوگسطین کی حکمرانی کی پیروی کرنے والے سماج کے ذریعے سے قائم کئے گئے تھے؛ ماؤنٹ

کارمیل (کارمیلیٹس Carmelites) کے احکام، جو تیرھویں صدی میں یورپ سے آئے تھے؛ اور فریئرز مائنر (فرانسکان Franciscans)، جس کی بنیاد ۱۲۰۹ میں اسیسی کے فرانسس نے رکھی تھی۔

فرانسس سب سے زیادہ بااثر لوگوں میں سے ایک تھا، جو کلیسیا کو شمشیر کی طاقت سے پاک کرنا چاہتے تھے۔ وہ سقوطِ یروشلم کے وقت میں پیدا ہوا تھا۔ فرانسس نے اپنی بالغ زِندگی کا آغاز ایک سپاہی کے طور پر کیا، لیکن جب اُس نے متی ۱۰ باب سے ایک واعظ سُنا جس میں بتایا گیا تھا کہ کس طرح یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں کو زمینی چیزوں پر انحصار کئے بغیر بادشاہی کی منادی کرنے کے لئے بھیجا تو وہ یکسر بدل گیا۔ اُس نے اپنے لئے سادہ زِندگی بسر کرنے کا انتخاب کیا، اور خود کو خداوند یسوع مسیح کی بادشاہی میں جانے کے راستے کے طور پر توبہ کی منادی کے لئے ایک بڑی فکر کے لئے دے دِیا۔ اگرچہ اُس نے رومن کیتھولک ازم کی بہت سی سنگین الٰہیاتی غلطیوں کو اپنایا، تو بھی فرانسس نے کلیسیا کو سادہ طرزِ زندگی کی جانب واپس لانے کی کوشش کی۔

تیرھویں صدی میں ایک اَور اہم شخصیت پیدا ہوئی — جس کا نام تھامس ایکوانس (Thomas Aquinas) تھا، جو ایک دومِنکی (Dominican) تھا، تھامس کو کلیسیا کے عظیم علمی مفکرین میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ علمیت (Scholasticism) کی ابتدا، قدیم کلاسیکی فلسفیوں کے فلسفے کو قرونِ وسطیٰ کے مسیحی علمِ الٰہی کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوششوں سے ہوئی۔ اگرچہ، یہ اپنے آپ میں کبھی فلسفہ یا علمِ الٰہی نہیں بن سکا، لیکن اِس نے سیکھنے کے لئے ایک آلہ اور طریقہ کار کے طور پر اہم کردار ادا کیا جو جدلیاتی استدلال (Dialectical Resoning) کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ علمیت کے بنیادی مقاصد میں سے ایک سوالات کے جوابات دینا اور ظاہری تضادات کو حل کرنا تھا۔

۱۲۲۴ عیسوی میں پیدا ہونے والا تھامس فطری طور پر خاموش اور شرمیلا تھا۔ تھامس کی خصلتوں اور جسمانی تناسب کی بنیاد پر لوگ اُسے "گونگا بیل" کہتے تھے۔ دومِنکی خانقاہ میں داخل ہونے کے فوراً بعد، تھامس کی الٰہیاتی بصیرت واضح ہو گئی۔ تھامس کے سرپرست البرٹس میگنس (Albertus Magnus) نے اُس کی فکری صلاحیتوں کو تسلیم کرتے ہوئے دوسرے راہبوں کو طنز کرنے پر ڈانٹا اور تھامس کے بارے میں یہ معروف جملہ بیان کیا کہ، "اِس گونگے بیل کے ٹکرانے کی آواز ایک دِن ساری دُنیا میں گونجے گی۔" البرٹس میگنس خود ایک ماہرِ فلسفہ اور ماہرِ علمِ الٰہیات تھا اور اُس نے تھامس کو بھی کافی رہنمائی فراہم کی۔

تھامس ایکوانس نے دو اہم کام سرانجام دیئے، خلاصہ بر خلاف غیر اقوام(*Summa Contra Gentiles*) اور خلاصہ علم الٰہیات(*Summa Theologica*)۔ پہلا کام یہ تھا کہ مسیحی اِیمان کا بت پرستی کے خلاف دفاع کیا جائے۔ وہ اپنی زبردست ذہانت کو استعمال کرتے ہوئے اُن علاقوں میں مسیحیوں تک اِنجیل پھیلانے کے لئے فکر مند تھا جہاں ابھی تک خوش خبری نہیں پہنچی۔

خلاصہِ علم الٰہیات یا علمِ الٰہی کا مجموعہ، مسیحی اِیمان کے مواد کا ایک تفصیلی تجزیہ تھا۔ تھامس کے اہم اصولوں میں سے ایک اصول یہ تھا کہ فلسفے کو علمِ الٰہی کی خدمت کے طور پر استعمال کرنا چاہئے؛ یعنی فلسفے کے آلے کو الٰہیاتی سچائی کی وضاحت اور دفاع میں استعمال کیا جانا چاہئے۔

ایکوانس کتابِ مقدس کے لغوی معنی کو بنیادی اور مستند معنی کے طور پر دفاع کرنے کے لئے قابلِ ذکر ہے۔ لیکن آخر کار، تھامس نے کلیسیا کے اختیار کو قبول کر لیا۔ وہ کلیسیا کی حاصل کردہ تعلیمات اور اعمال کا استدلال کرنے اور دفاع کرنے میں مطمئن تھا، چاہے وہ بائبل مقدس سے مطابقت رکھتے ہوں یا نہ۔ ایک تنقید نگار نے کہا کہ تھامس کا نظریہ اور اخلاقیات کا نظام ''کلیسیا کی نظریاتی تعلیم کی محض ایک بازگشت ہے۔'' تھامس بہت سے معاملات میں بہت قابل تھا اور اِس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے راہب مخلص بھی تھے، بعد میں اِصلاح کاروں کو تھامس کے نیم پلاجین ازم semi-Pelagianism سے وابستہ الٰہیاتی مسائل اور مغربی مذہبی احکام کے عملی مسائل نظر آئیں گے۔

چودھویں صدی

کلیسیا کی بابلی اسیری اور

جان وِکلف

افسوس کی بات ہے کہ چودھویں صدی عیسوی میں بھی اعلیٰ کلیسیائی نظام دُنیادی اقتدار کی پیروی کرتا رہا۔ پوپ صاحبان سیاسی معاملات میں غلبہ حاصل کرنے کی اپنی کوشش پر قائم رہے۔ جبکہ کلیسیا کو دُنیا میں رہتے ہوئے، لوگوں کی زندگیوں میں تبدیلی لانے اور اُنہیں مسیح کے نزدیک لانے کے لئے کام کرنا چاہیئے تھا، کیوں کہ ہم کبھی بھی اِس دُنیا کے نہیں ہیں۔ کلیسیا کو اقتدار کی پیاس نہیں رکھنی چاہیئے اور نہ ہی سیاسی ذرائع سے اپنا اختیار حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ چودھویں صدی میں، پوپ اور بادشاہوں کے عزائم نے کلیسیا کو کلیسیائی خانہ جنگی میں اُلجھادِیا۔

پوپ بونی فیس ہشتم نے پاپائیت کو زیادہ خود مختاری اور اختیار دینے کے لئے خود کو متعدد سیاسی معاملات میں شامل کیا۔ دوسری طرف ۱۲۸۵ سے ۱۳۱۴عیسوی تک فرانس کے بادشاہ فلپ چہارم نے فرانسیسی پاسبانوں پر اپنی طاقت بڑھانے کے لئے اطالوی رئیسوں سے خاندانی تعلقات کا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی۔ بونی فیس کی طرف سے کلیسیا کو سیاسی مداخلت سے محفوظ بنانے کے اقدامات نے فلپ اور اُس کے اتحادیوں کی مخالفت کو اور بھڑکادِیا۔

بونی فیس کا انتقال ۱۳۰۳عیسوی میں ہوا۔ اُس کے جانشین بینڈکٹ یازدہم (XI) کو پوپ کے عہدے پر فائز ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اُس کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور اِس کے متعلق ایسی افواہیں گردش کر رہی تھیں کہ اُسے زہر دِیا گیا ہے۔ کلیمنٹ پنجم (Clement V)، بینڈکٹ کا جانشین، فرانسیسی فنڈز کی مدد سے منتخب ہونے والا ایک فرانسیسی پاسبان تھا، اور ایک پوپ یقینی طور پر فرانسیسی کلیسیا پر فلپ چہارم کے اختیار کے استعمال سے زیادہ ہمدردی رکھتا تھا۔ اِس کے فوراً بعد، کلیمنٹ نے پاپائیت کو روم سے فرانس کے آوینیوں (Avignon) میں منتقل کرنے کا فیصلہ کیا۔ جہاں فرانسیسی بادشاہوں نے موثر طریقے

سے پوپ کی ملکیت کو ترویج دی اور اُنہوں نے ستر سال تک کلیسیا کو کنڑول کیا۔ یہ یقینی طور پر ایک ایسا معاملہ تھا جس میں دُنیاوی مفادات کی تکمیل کے لئے کلیسیا کے مشن کو اُلٹا کر دِیا گیا تھا۔

اطالوی شاعر پیٹرارک (Petrarch) نے پاپائیت کے اِس ذیلی ورژن کو ''کلیسیا کی بابلی اسیری'' کا نام دِیا، جو چھٹی صدی قبل از مسیح میں یہودیوں کی بابلی جلاوطنی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اُنہوں نے آوینیوں کو غیر اخلاقی ''دنیا کی نکاسی نالی'' بھی قرار دِیا۔ کتاب بعنوان ڈیوائن کامیڈی (*The Divine Comedy*) کے مصنف دانتے علیگیری (Dante Alighieri) نے پوپ بونی فیس ہشتم کو جہنم کے آٹھویں دائرے سمونیاک (Simoniacs) میں رکھا جس کا مطلب (وہ لوگ جو رشوت کا عمل کرتے تھے، یعنی جنہوں نے کلیسیا کے دفاتر کو سب سے زیادہ بولی لگانے والوں کے ہاتھوں فروخت کیا)۔

سینا کی کیتھرین (Catherine of Sienna)، رومن کیتھولک کلیسیا کی ایک مشہور متصوفیانہ سسٹر تھی، جس نے ۱۳۷۶ عیسوی میں پوپ گریگوری یازدہم (XI) سے آوینیوں کے ''گناہوں'' کے بارے میں اپیل کی۔ اُس کی اپیل کی بنیاد پر، پوپ کا عہدہ بحال کرنے کے لئے گریگوری روم واپس آیا، لیکن ایک سال بعد اُس کا انتقال ہو گیا۔ روم میں اُس کے جانشین کے انتخاب کے حوالے سے یہ تنازعہ پندرھویں صدی کے اوائل میں پاپائیت کی تقسیم کا باعث بنا۔ جب گریگوری کی جگہ اربن ششم (Urban VI) کا انتخاب کیا گیا تو ناراض پاسبانوں نے آوینیوں سے دست برداری اختیار کر لی اور کلیمنٹ ہفتم (Clement VII) کو منتخب کر لیا۔ حریف پوپ نے ۱۳۷۸ سے ۱۴۲۹ تک روم اور آوینیوں پر حکمرانی کی۔

اِس دَور میں جان وِکلف (John Wycliffe) ایک قابلِ ذکر روشن خیال شخصیت تھی۔ اِس کے ایک اُستاد تھامس بریڈورڈائن (Thomas Bradwardine) نے پیلاجین ازم کے خلاف راسخ العقیدہ تعلیم کی حمایت کی اور اِصلاح کے کسی بھی پیش رو کی طرح صِرف اِیمان کے ذریعے سے راست بازی کے نظریے کو اپنانے کے قریب پہنچ گیا۔ بائبل مقدس کا ایک ممتاز عالم، وکلف آکسفورڈ کے بلیول کالج (Balliol College) میں اُستاد تھا۔ وہ دیدنی کلیسیا کی پست روحانی حالت کے بارے میں فکر مند ہو گیا۔ اُس کی تشویش اُسے اِس بنیادی اصول کی طرف لے گئی کہ کتابِ مقدس کو کلیسیا کے اِیمان اور عمل کا اصول ہونا چاہیئے۔

۱۳۸۲عیسوی میں وکلف نے لاطینی بائبل کا اپنے دَور کی انگریزی زبان میں ترجمہ کیاتا کہ لوگوں کے پاس خدا کا کلام اُن کی اپنی زبان میں میسر ہو۔ اُس کے ترجمے نے بائبل مقدس کے تمام کامیاب انگریزی تراجم کو متاثر کیا۔ اُس کے پیروکار لولارڈز (Lollards) نے منادی کی اولین حیثیت پر زور دِیا، اور عشائے ربانی کے اجزا تبدیلیِ جوہر سے انکار کیا، پاپائیت پر سوال اُٹھایا اور اپنے بعد کے لوگوں اور تحریکوں کو متاثر کیا، جن میں جان ہس اور اِصلاحِ کلیسیا شامل ہے۔ اکثر کلیسیا کی عدالتوں میں الزامات کا جواب دینے کا حوالہ دِیا گیا، وکلف نے خاموش رہنے سے انکار کر دِیا اور اپنا کام جاری رکھا۔ اُس کی وفات کے بعد، ۱۴۱۵عیسوی میں کانستنس کی کونسل (Council of Constance) نے اُسے مذہب سے خارِج کر دِیا اور اُس کی قبر کشائی کی، اُس کی لاش کو نکال کر ہڈیوں کو جلا دِیا اور راکھ کو دریا میں بہا دِیا۔

وکلف کی زِندگی سے ہم خدا کے کلام کو لوگوں کے ہاتھوں میں لانے کی اہمیت کو سیکھتے ہیں۔ اِس حقیقت کے برعکس، اعلیٰ کلیسیائی نظام زمینی طاقت کے عزائم سے بھرا ہوا تھا، لیکن اِن میں بعض اشخاص ایسے بھی تھے جو لوگوں کو خدا کے کلام کو جاننے اور اِنجیل کے ذریعے سے تبدیل ہونے میں مدد کرنے پر توجہ مرکوز کر رہے تھے۔ جان وکلف کو اِس یقین کی وجہ سے اکثر ''اِصلاحِ کلیسیا کا روشن یا صبح کا ستارہ'' کہا جاتا ہے۔ آج ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ کلیسیا دُنیا میں نور لانے کے لئے موجود ہے، اور ہمیں دُنیاوی طاقت اور اقتدار کو علیحدہ کرنے اور کلیسیا کے مشن سے فائدہ اُٹھانے کے لئے تیار ہونا چاہیئے۔ کلیسیا اپنے مشن کو رُوح القدس کی قوت سے پورا کرتی ہے، نہ کہ بادشاہوں یا سیاسی رہنماؤں کی طاقت سے۔

پندرھویں صدی

احیائے علوم، ہس، ساونارولا، گروٹ

پندرھویں صدی یورپی احیائے علوم یا نشاطِ ثانیہ کا دَور تھا، جو سماجی زِندگی، مصوری اور فکری سرگرمیوں میں ایک غیر معمولی از سرِ نو جنم (آغاز) تھا۔ ''ماخذ یا سرچشمہ کی جانب واپس جانے'' نعرے تلے قدیم مستند کھوئی ہوئی دولت کو دوبارہ حاصل کرنے کی عمومی جستجو کے ایک حصے کے طور پر، علما نے اصل عبرانی اور یونانی متنوں کا مطالعہ کرنے کے لئے بائبل مقدس کے لاطینی ترجمے کا مطالعہ کرنا شروع کیا، تاکہ یہ دریافت کیا جاسکے کہ نیا عہد نامہ خود مسیحی اِیمان کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ پندرھویں صدی کی دو شخصیات کتابِ مقدس کی تلاش کے لئے اِس نئے جوش وجذبے کی مثال پیش کرتی ہیں۔

سب سے پہلے جان ہس (John Huss) تھا۔ ۱۳۷۳ عیسوی میں پیدا ہونے والے ہس کا تعلق بوہیمیہ سے تھا جو آج کی چیک جمہوریہ (Czech Republic) ہے۔ ہس ایک نوجوان کے طور پر، پراگ یونیورسٹی میں ناظم بن گیا۔ اُس نے اُن شخصیات کی تحریروں کا مطالعہ کرنا شروع کیا جو بائبل مقدس کے اصل متن کی طرف جا رہے تھے، خاص طور پر جان وکلف کی تحریروں کو پڑھا۔ ہس کو جلد ہی احساس ہو گیا کہ نئے عہد نامے کی تعلیم اُس کے دَور کی کلیسیا کی تعلیمات سے متصادم ہے۔ اُس نے خود سے سوال کیا کہ بائبل مقدس میں بیان کردہ اِیمان اور کلیسیا میں دِکھائے گئے اِیمان کے درمیان اِتنا ڈرامائی امتیاز کیسے ہو سکتا ہے۔ جب اُس نے اِن خدشات کی منادی کرنا شروع کی تو اُسے کافی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اُسے مذہب سے خارج کر دِیا گیا اور مقدمے کی سماعت کے دوران میں اُس کی تحریروں کو مسترد کرنے پر زور دِیا گیا۔ ایسی صورتِ حال میں اُس کا جواب یہ تھا کہ اگر اُس کے مخالفین اُسے نئے عہد نامے سے دِکھا سکتے ہیں جہاں اُس کی تحریروں میں غلطی ہے تو وہ فوراً اِن کی تردید کر دے گا۔ اُس کے چیلنج کو غصے کے ساتھ قبول کر لیا گیا تھا، لیکن اُس کا جواب نہ دِیا گیا۔ ہس کو اِیمان کے مبینہ دشمن کے طور پر بَلی پر زِندہ جلا دِیا گیا۔

دوسرا شخص اٹلی کے شہر فلورنس میں رہنے والا ایک دومِنکی راہب، گیرولامو ساونارولا (Girolamo Savonarola) تھا۔ ساونارولا نے اپنی منادی میں اُس وقت تک محنت کی جب تک اُس نے کتابِ مقدس کے ایک گہرے مُفسر کے طور پر شہرت حاصل نہ کرلی۔ اُس کی منادی سُننے کے لئے لوگ روزانہ فلورنس کے کیتھڈرل میں جمع ہوتے تھے۔ سُننے والوں کو اکثر اِنجیل کی قوت سے سزادی جاتی تھی۔ جلد ہی منادی کئے گئے کلام کی قدرت کے مظہر نے کایاپلٹ دی۔

تاہم، ایک واعظ کی حیثیت سے ساونارولا کی کامیابی کلیسیائی حکام کی نظروں سے بچ نہ سکی۔ ساونارولا کو خاموش کرانے کے لئے پوپ نے اُسے اعلیٰ عہدے پر ترقی کی پیش کش کی لیکن اُس نے انکار کردِیا۔ اُس نے جلد ہی اپنے آپ کو ہر موڑ پر مسترد پایا۔ مقامی رہنماؤں نے اُس کے خلاف مزاحمت شروع کردی۔ اُسے تفتیش کے ذریعے سے گرفتار کیا گیا، قید کیا گیا اور تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اِس سے پہلے جان ہس کی طرح، ساونارولا کو بھی بائبل مقدس کے اُس پیغام کے لئے جلادِیا گیا جسے اُس نے رڈ کرنے سے انکار کیا تھا۔

جیراڈ گروٹ (Gerard Groote) کا بھی ذکر کیا جانا چاہیئے۔ چودھویں صدی کے اواخر میں نیدرلینڈ میں گروٹ نے ایک مذہبی جماعت کا اہتمام کیا جسے برادرن آف دی کامن لائف (Brethren of the common life) کا نام دِیا گیا، جس نے بائبل پڑھنے، غور وفکر، اور پاکیزگی کے حصول کی طرف واپسی پر زور دِیا۔ اِس جماعت کے اراکین نے ایک سادہ، خود ساختہ طرزِ زندگی اپنایا اور مشترکہ فنڈ سے زِندگی بسر کی اور اِنہوں نے اکثر مخطوطات/ قلمی نُسخوں کی نقل کے ذریعے سے اپنی روزی روٹی کمائی۔ تھامس اے کیمپس (Thomas à Kempis)، ڈیسیڈریئس ایراسمس (Desiderius Erasmus)، اور مارٹن لوتھر (Martin Luther) مختلف سطحوں پر اِس کی تحریک سے متاثر تھے۔

احیائے علوم، اِصلاحِ کلیسیا کی ابتدا اور تیاری تھی۔ اِصلاحِ کلیسیا کے لئے عبرانی اور یونانی بائبل کی زبانوں کی بازیابی سے زیادہ اہم کچھ بھی نہیں تھا۔ کتابِ مقدس کی روشنی میں کلیسیا کی تعلیمات اور طریقوں کا از سرِ نو جائزہ لینے کا وقت آگیا تھا۔ آخر کار، لوگوں کے پاس ایک مضبوط بنیاد تھی جس پر وہ اِیمان داروں کے طور پر کھڑے ہو سکتے تھے اور کلیسیا کی غلطیوں اور برائیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک طاقت ور ہتھیار کا استعمال کر سکتے تھے۔ اِیمان کو اب مزید کلیسیا کی جانب سے سکھائی ہوئی رضامندی کے طور

پر نہیں سمجھا جاتا تھا، بلکہ خدا نے اپنے کلام میں جو کچھ بیان کیا ہے اُس کے علم، اُس کی سچائی اور دیانت داری پر اعتماد، اور اِیمان اور زِندگی کے لئے اُس کے اعلیٰ حکام کے تابع ہونے کے طور پر سمجھا جاتا تھا۔

چوں کہ بہت سے لوگ نئے عہد نامے میں جو کچھ پڑھتے تھے اُس کے وفادار تھے، لہٰذا، بائبلی خوش خبری دوبارہ سے اُبھرنا شروع ہو گئی۔ جان ہس اور ساونالارو دونوں نے اِس حقیقت کو پہچان لیا تھا کہ اُن کی موت کے بعد، کلیسیا کو بہت ضروری تجدید کا تجربہ ہو گا جسے ہم اِصلاحِ کلیسیا کہتے ہیں۔ جان ہس نے ایک معروف پیشین گوئی کی تھی کہ اگر اُنہوں نے اِس بطخ (ہس) کو جلادِیا تو خدا ایک راج ہنس (جو لوتھر ثابت ہوا) کو بھیجے گا۔ اِصلاحِ کلیسیا کے ذریعے سے نئے عہد نامے کی اِنجیل کو پوری دُنیا میں مکمل طور پر دوبارہ سے دریافت کیا جائے گا اور خوش خبری کی منادی کی جائے گی۔ جیسا کہ ہم پندرھویں صدی میں اِن مثالوں کو دیکھتے ہیں کہ جب لوگ خدا کے کلام کی سچائی اور قوت کو دوبارہ دریافت کر لیتے ہیں تو اِنجیل کو روکنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

سولھویں صدی

لوتھر، کیلون اور اِصلاحِ کلیسیا

سولھویں صدی، جدید دَور کا آغاز تھا، جو تاریخ کے سب سے بڑے تاریخی لمحات میں سے ایک ہے، کیوں کہ اِس دَور نے پروٹسٹنٹ اِصلاحِ کلیسیا کے ظہور کا مشاہدہ کیا۔ احیائے علوم کی بائبلی فضیلت، کلاسیکی تعلیم کی بحالی، اور پندرھویں صدی کے آخر اور سولھویں صدی کے اوائل میں وفادار خادموں کے جوش وجذبے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے، پِنتکُست کے بعد اِصلاحِ کلیسیا، مسیحی کلیسیا کا سب سے بڑی بیداری کی تحریک تھی۔

مارٹن لوتھر (Martin Luther)، اِصلاح کاروں میں سرِ فہرست تھا۔ ۱۴۸۳ عیسوی میں شمالی جرمن میں پیدا ہونے والا لوتھر، ایک ذہین طالب علم تھا، جسے اُس کے والد نے مقامی یونیورسٹی میں وکالت کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ وہ قرونِ وسطیٰ کی روحانیت اور علمِ الٰہی کا ماحاصل تھا۔ یہ علمِ الٰہی، جس میں خدا کی عدالت پر بہت زیادہ زور دِیا گیا تھا اور اِنسان کو اِس عدالت سے نجات حاصل کرنے کے لئے توبہ کرنے، کلیسیائی رسومات حاصل کرنے، اور نیک اعمال کی ضرورت نے لوتھر کو اپنی نجات کے بارے میں مستقل شک میں مبتلا کر دِیا تھا۔

ایک روز لوتھر سفر کے دوران میں اپنے گھوڑے سے گرا اور زخمی ہو گیا؛ ایک اَور موقع پر وہ آسمانی بجلی سے خوف زدہ ہو گیا۔ اِن واقعات کے بعد اُس نے راہب بننے کا فیصلہ کیا۔

ایک راہب کی حیثیت سے، لوتھر سخت ضبطِ نفس اور بائبل مقدس کی بڑھتی ہوئی معرفت کے باوجود راست بازی کی کمی کی آگاہی کی وجہ سے فکر مند تھا۔ وہ جلد ہی مقامی یونیورسٹی میں بائبل کا معلم بن گیا۔ اُسے رومیوں ۱:۱۷ میں، مُنکشف، خدا کی آسمانی راست بازی کے بارے میں ایک پریشان کن متن ملا۔ وہ خدا کی راست بازی سے خوف زدہ تھا، جسے وہ گناہ کے خلاف خدا کے راست باز غضب کے طور پر دیکھ رہا تھا۔ لیکن مزید مطالعے کے بعد اُس نے دیکھا کہ پولُس رسول کے ذہن میں جو راست بازی تھی وہ یسوع

مسیح کی راست بازی تھی جو خدا ہمیں ایک مفت نعمت کے طور پر پیش کرتا ہے، اور ہم اِسے اِیمان کے ذریعے سے حاصل کر سکتے ہیں۔ لوتھر نے پہلی بار اِنجیل کی اِس بنیادی سچائی کو سمجھتے ہوئے محسوس کیا کہ پچھتاوے اور شرمندگی کی زنجیریں ختم ہو گئی ہیں۔

اِن سالوں میں، پوپ نے روم میں ایک نئے سینٹ پیٹر بیسلیکا کی تعمیر کے لئے فنڈ اکھٹا کرتے ہوئے، معافی نامے یا معافی ناموں کی فروخت (Indulgences) کا اعلان کیا۔ لوگ اِن معافی ناموں کو خرید کر اپنے مرحوم عزیزوں کو برزخ کی سخت اذیت سے رہائی دِلوا سکتے تھے۔ لوتھر کے جرمن کے حصے میں، اِن معافی ناموں کی فروخت کا حکم دومِنکی راہب، جوہان ٹیٹزل (Johan Tetzel) کے پاس گیا، جس نے ایک ماہی گیر کے جوش کے ساتھ اِنہیں فروخت کرنا شروع کر دِیا۔

لوتھر نے اِس غیر اخلاقی عمل کو گناہ قرار دِیا اور اِس کے خلاف کاروائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۳۱ اکتوبر، ۱۵۱۷ عیسوی کو اُس نے اپنے پچانوے مقولوں کی دستاویز کو وٹن برگ میں قلعے کے گرجا گھر کے دروازے پر کیلوں سے لٹکا دِیا۔ لاطینی زبان میں لکھے گئے اِن مقالوں کا مقصد یونیورسٹی میں علماء اور راہبوں کے درمیان مباحثے کے لئے تھے۔ اُس نے جو کچھ اِن مقالوں میں بیان کیا اُس میں زیادہ تر اِنجیل کی سچائی کی توسیع اور اِس پر اِیمان نہ لانے اور اِس کی منادی کرنے میں ناکامی کی وجہ سے کلیسیا کی مذمت تھی۔ اگرچہ لوتھر کا ایسا اِرادہ نہ تھا، لیکن جلد ہی یورپ کی تقریباً ہر زبان میں اُس کے پچانوے مقالوں کا ترجمہ کیا گیا۔ یسوع مسیح پر اِیمان کے ذریعے سے راست بازی کا یہ پیغام، جنگل میں آگ کی طرح پورے براعظم میں پھیل گیا۔ اِس کی وجہ سے لوتھر پر مقدمہ چلایا گیا، اُس کی تعلیمات کی مذمت کی گئی اور اُسے مذہب سے خارج کر دِیا گیا۔ تاہم، اُس کے فکر مند ساتھیوں نے لوتھر کو خطرے سے بچا لِیا اور اُس نے بائبل مقدس کا جرمن زبان میں ترجمہ کرنے کا کام شروع کر دِیا۔ اِس کے بعد کے سالوں میں، اِصلاحِ کلیسیا نے یورپ کے بہت سے حصوں میں زور پکڑا، اور تقریباً، ہمیشہ اِس کا آغاز لوتھر کی تحریروں سے ہوا۔

لوتھر کا اثر ورسوخ پھیل گیا اور اِس کے بعد بہت سے دوسرے اِصلاح کار اِس کام کو جاری رکھنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ فرانس کے جان کیلون (John Calvin) نے اپنی زِندگی کے نسبتاً مختصر عرصے میں دس آدمیوں کا کام کیا۔ اُس کی زِندگی اور کام کا مرکز، کتابِ مقدس کی تفسیر کرنا تھا، جس کے لئے وہ روز بروز اپنے آپ کو وقف کرتا تھا۔ اِس کے باوجود زِندگی اور معاشرے کا کوئی بھی پہلو کیلون کے اثر ورسوخ کے بغیر نہ رہا۔ اور نہ صِرف علمِ الٰہی، عبادت، کلیسیائی ضابطہ (نظم ونسق) اور مقصد، بلکہ تعلیم، حکومت، معاشیات، صنعت اور سماجی کام سبھی پہلو کیلون کے تصور کے نقش رکھتے ہیں۔ نتیجتاً، بعض لوگ کہتے ہیں کہ

کیلون نے ہماری تاریخ اور ثقافت پر گزشتہ ہزار سالوں میں یا نئے عہد نامے کے اختتام کے بعد سے کسی بھی دوسرے فرد کے مقابلے میں سب سے زیادہ اثر ورسوخ رکھا ہے۔

دیگر اِصلاح کاروں میں جرمنی میں فلپ میلنچ تھون(Philip Melanchthon)، سوئٹزر لینڈ میں اولرچ زونگلی(Ulrich Zwingli)اور ہانرخ بُلنیگر(Heinrich Bullinger) ،اٹلی میں پیٹر مارٹر ور میگلی (Peter Martyr Vermigli)،اسکاٹ لینڈ میں جان ناکس(John Knox)اور انگلینڈ میں تھامس کرینمر(Thomas Cranmer) شامل تھے۔اِن افراد اور بہت سے دوسرے لوگوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے جنہوں نے پروٹسٹنٹ اِصلاحِ کلیسیا میں حصہ لِیا تھا۔آج کے اِیمان دار، اصلاح کاروں کے کام اور اُن کی گواہی کے مقروض ہیں۔ اگرچہ، غلطیوں اور ناکامیوں کے بغیر نہیں، لیکن اِصلاحِ کلیسیا کے دِنوں میں مسیحی، اِنجیل کی قوت اور عزم سے ولولہ انگیز تھے۔ خوش خبری کے پھیلانے کا یہ عزم،اِصلاحِ کلیسیا کے بعد کے سالوں میں بھی جاری رہے گا۔

سترھویں صدی

اِنگلستان میں اصلاحِ کلیسیا

ہنری ہشتم (r. ۱۵۴۷-۱۵۰۹) کے دورِ حکومت میں اِصلاحِ کلیسیا انگلستان میں آئی، لیکن اُس کی بیٹی الزبتھ اوّل (r. ۱۶۰۳-۱۵۵۸) کے دورِ حکومت تک اِس نے ابھی مضبوط بنیاد حاصل نہیں کی تھی۔ الزبتھ نے انگلستان کو مضبوطی سے پروٹسٹنٹ کیمپ میں رکھا، لیکن جلد ہی یہ واضح ہو گیا کہ الزبتھ ایسی کلیسیا چاہتی تھی، جیسا کہ رابرٹ والٹن لکھتے ہیں کہ "علمِ الٰہی میں کیلونسٹک (Calvinistic)، کلیسیا کے نظم ونسق اور حکومت میں ابراسیتنی نظریے، اور کلیسیائی عبادت کا مُسلّمہ طریقے میں زیادہ تر قرانِ وسطیٰ۔" وہ لوگ جو بین الاقوامی کلیسیا کی مزید اِصلاح چاہتے تھے، اُنہیں پیوریٹن (Puritan) یا دیندار کہہ کر اُن کا مزاق اُڑایا گیا۔ ملکہ میری (۱۵۵۸-۱۵۵۳) کے دَورِ حکومت میں بہت سے لوگ جنیوا یا نیدرلینڈ میں پناہ گزینوں کے طور پر رہ چکے تھے، اور اُنہوں نے اِن ممالک کی کلیسیاؤں کو انگلستان کے لئے نمونے کے طور پر دیکھا۔ الزبتھ کا خیال یہ نہ تھا کہ ایک اِصلاحی کلیسیا ہونی چاہیے۔

ابتدائی طور پر، پیوریٹن کے خدشات کلیسیائی عبادت کے مُسلّمہ طریقے کی اِصلاح پر مرکوز تھے۔ اِنہوں نے بپتسمے میں صلیب پر دستخط کرنے اور پاک عشا لینے کے لئے گھٹنے ٹیکنے جیسی تقریبات پر اعتراض کیا۔ بعد میں، جیسے ہی الزبتھ کے بشپ اُن کی راہ میں رکاوٹ بنے، تو اُنہوں نے پریسبیٹیرین کلیسیا کی سیاست کی وکالت کرنا شروع کر دی۔ مزید بنیادی عناصر نے خود مختار جماعتی کلیسیا کے لئے استدلال کیا۔ بعض لوگ انگلستان کی کلیسیا کی اِصلاح کرنے سے مایوس ہو کر اُس سے الگ ہو گئے۔

کلیسیا کی سیاست پر اختلافات کے باوجود، پیوریٹن—— جن میں ولیم پرکنز، میتھیو ہنری، جان اُوون، تھامس گڈون، جان بونیان، جان فلیول، اور تھامس واٹسن جیسے قابلِ ذکر افراد شامل تھے—— جو اِنجیل کی وفادار منادی کو برقرار رکھنے اور ٹھوس نظریے کی تعلیم دینے؛ حقیقی تبدل کے فروغ، شخصی اِیمان، اور عملی دِیانت داری؛ اور خدا کے کلام کا زِندگی کے تمام پہلوؤں پر،

انفرادی طور پر، خاندانوں میں، اور بڑے پیمانے پر، قوموں میں اطلاق کرنے کے لئے متحد ہوئے تھے۔ مختصراً، نظریاتی طور پر پیوریٹن ازم (Puritanism) ایک قسم کا مضبوط کیلون ازم تھی؛ تجرباتی طور پر، یہ مستعد اور معتدی کا نام تھی؛ مبشرانہ طور پر، جارحانہ، پھر بھی نرم؛ کلیسیائی طور پر، یہ الٰہیاتی اور عبادت گزار؛ اور سیاسی طور پر، اِس کا مقصد بائبلی اور متوازن ہونا تھا۔

۱۶۰۳ میں الزبتھ کی موت کے بعد، اسکاٹ لینڈ کے جیمس ششم (James VI) جب تخت نشین ہوئے تو پیوریٹن کی اِصلاحی قومی کلیسیا کی اُمیدوں کی تجدید ہوئی۔ لیکن انگلستان کے جیمس اوّل کی حیثیت سے، اُس نے اپنی پریسبیٹیرین پرورش کو ایک ایسی اُسقفی قیام کے حق میں ترک کر دِیا جو اقتدار میں اُس کی گرفت کو مضبوط کرے گی۔ اُس نے پیوریٹنز کی اُمیدوں کو کچل دِیا، حالانکہ اُس نے بائبل مقدس کے ایک نئے انگریزی ترجمے — کنگ جیمس ورژن (King James Version) کی منظوری بھی دے دی، جو ۱۶۱۱ء میں تیار کیا گیا تھا۔

الٰہیاتی طور پر، پیوریٹن اور اُن کے مخالفین نے بڑی حد تک علم النجات سے متعلق مسائل پر اتفاق کیا تھا، کیوں کہ اُن میں سے تقریباً سبھی کیلونسٹ (Calvinists) تھے۔ لیکن ۱۶۲۰ عیسوی کی دہائی میں، جب چارلس اوّل اقتدار میں آیا تو اُس نے انگلستان کی کلیسیا میں آرمینین کے حامیوں کو اعلیٰ عہدوں پر مقرر کرنا شروع کر دِیا۔

پیوریٹن کے ماہرِ علمِ الٰہی، آرمین ازم (Arminianism) پر اپنی تنقید میں غیر متزلزل تھے۔ لیکن چارلس اوّل کی طرف سے ترجیح دیئے جانے والے آرچ بشپ ولیم لاؤڈ (Archbishop William Laud) نے آرمینین علمِ الٰہی کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ عوامی عبادت کے رسمی پہلوؤں کو بڑھانے کی کوشش کی جو پیوریٹنز کے لئے قابلِ اعتراض یا ناگوار تھے۔ اُنہیں، عام دُعاؤں کی کتاب کے مطابق ہونے اور اختلافِ رائے کو خاموش کرنے یا سزا دینے کے لئے سخت اقدامات کا استعمال کیا گیا۔ آخر کار، چارلس نے اسکاٹش پریسبیٹیرینز کو الگ کر دِیا جب اُس نے سکاٹ لینڈ کی کلیسیا پر انگریزی کلیسیائی ضابطہ مسلط کرنے کی کوشش کی۔ سکاٹ لینڈ کے پریسبیٹیرین اور انگلستان کے پیوریٹن اِس طرح کے ظلم کے خلاف مزاحمت کرنے کے عزم میں متحد ہو گئے۔ اِس کا نتیجہ انگلستان اور سکاٹ لینڈ میں خانہ جنگی کی صورت میں نکلا، جس نے بادشاہ کی وفادار افواج کو پارلیمنٹ کی فوج کے خلاف کھڑا کر دِیا، جس کی کمان اولیور کرومویل (Oliver Cromwell) نے کی تھی، جسے اکثر اپنی صدی کا سب سے بڑا انگریز (Englishman) کہا جاتا تھا۔ چارلس ۱۶۴۹ عیسوی میں اپنے تخت اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ ایک وقت کے لئے

ایسا لگتا تھا کہ پیوریٹن جیت گئے ہیں۔ پیوریٹن ازم کا سب سے اُونچا نشان، ویسٹ منسٹر اسمبلی ڈیوائنز(Divines) تھی، جس کا اجلاس ۱۶۴۳ تا ۱۶۵۲ تک ہوا۔

لیکن ۱۶۶۲ تک لہر بدل گئی اور بادشاہت بحال ہو گئی تھی۔ چارلس دوم کے دَور میں ہم آہنگی کو یقینی بنانے اور اختلاف رائے کو کچلنے کے لئے نئے اقدامات کئے گئے۔ انگلستان کی کلیسیا میں دو ہزار پیوریٹن پاسبانوں کو اُن کے منبروں سے نکال دِیا گیا۔ حکام نے اُن کا تعاقب کیا، اُنہیں پاسبان کی حیثیت سے دبایا اور مجرموں کے طور پر جیل میں ڈال دِیا۔ اسکاٹ لینڈ میں کئی دہائیوں تک، بادشاہ نے پریسبیٹیرین کے خلاف جنگ چھیڑ دی، جنہوں نے اپنے قومی کلیسیا کے اِصلاحی اِیمان، عبادت اور نظم وضبط کو مرتے دم تک برقرار رکھنے کا عہد کیا تھا۔

اگرچہ، سترھویں صدی کے آخر تک انگریزی پیوریٹین ازم ختم ہو گیا تھا، لیکن اسکاٹش معاہدوں، مزید ڈچ اِصلاح، جدید انگلستان پیوریٹن ازم، اور جرمن تحریکِ تقویٰ (Pietism) پر اُس کے اثرات گہرے تھے۔ وہ ورثہ آج بھی پیوریٹن ادب کی قابلِ ذکر بحالی کے ذریعے سے جاری ہے جو گزشتہ پچاس سالوں میں سامنے آیا ہے—اِس کی تقریباً، آٹھ سو جلدیں دوبارہ شائع ہوئی ہیں۔

اٹھارویں صدی

عظیم بیداری

اٹھارویں صدی تک مسیحی مسلسل مذہبی تنازعے اور خونریزی سے تنگ آچکے تھے۔ دانش وروں نے استدلال کے روشن خیالی کے نظریے کو حتمی اختیار کے طور پر قبول کیا۔ علمِ الٰہی کو فلسفے کے تابع بنادیا گیا تھا۔ دینِ فطرت (Deism) نے سکھایا کہ خدا نے کائنات کو خلق کیا، اِسے فطری قانون کے تابع کیا، اور فطرت کو اپنا راستہ اختیار کرنے دیا۔ یہ خدا بائبل مقدس کا خدا نہیں تھا؛ دینِ فطرت نے استدلال کے نام پر مکاشفہ کی تردید کی۔ نظریہ عقلیت یا عقلیت پسندی (Rationalism) کو اٹھارویں صدی میں برتری حاصل تھی اور آج بھی یہ علمِ الٰہی پر اثرانداز ہو رہی ہے۔

جدید علمِ الٰہی نے مسیحی منبر کو مسخ کر دِیا تھا۔ اِنجیلِ مقدس ("نجات کے لئے خدا کی قوت") کو پُر فکر اعتدال اور نیک اعمال کے پیغام کے ذریعے سے برطرف کر دِیا گیا۔ اِس بے اختیار متبادل نے عوام کو بہت کم اپیل کی۔ اُنہیں بے اِیمانی، شراب نوشی، جوا اور اِس سے بھی بدتر حالت میں ڈوبنے کے لئے چھوڑ دِیا گیا۔ کلیسیا، اُونچے اور نچلے طبقے کے بہت سے لوگوں کے لئے بے ربط ہو گئی۔ کسی نے گمان بھی نہیں کیا ہو گا کہ ایک عظیم بیداری قریب ہے۔

بیداری سب سے پہلے ویلز (Wales) میں نمودار ہوئی۔ ۱۷۳۰ عیسوی کے اوائل میں، ویلز میں بیداری کی قیادت کرنے والے دو افراد— ہاول ہیرس (Howell) (Haris اور ڈینئیل رولینڈ (Daniel Rowland) تھے— جن کا تبدل ہوا تھا۔ ۱۷۵۰ عیسوی تک اُن کی منادی، دِین داری اور دیگر اشخاص کی تعلیمات نے ۴۳۳ مذہبی گروہوں کی تشکیل دی۔ اِن مذہبی گرہوں کے اراکین اپنے آپ کو کیلونسٹک میتھوڈِسٹ (Calvinistic Methodist) کہتے تھے، اِنہوں نے ویلز میں مسیحیت کے لب ولہجہ اور کردار و خصوصیت کو دو صدیوں تک قائم کیا۔ تمام ابتدائی کیلونسٹک میتھوڈِسٹ کے رہنما روح القدس کی قوت اور اپنی خدمتوں پر اِس کے مسح کے قائل تھے۔

۱۷۳۵عیسوی میں جارج وائٹ فیلڈ (George Whitefield) کا تبدل بھی دیکھا گیا، جو بحرِ اوقیانوس کے دونوں اطراف بیداری کا سر کردہ واعظ تھا۔ ۱۷۳۲عیسوی میں وائٹ فیلڈ نے جان ویسلی (John Wesley)اوراُس کے بھائی چارلس(Charles)سے ملاقات کی، جو ایک مذہبی گروہ سے تعلق رکھتے تھے جسے تاریخ''ہولی کلب(Holy club)'' کے نام سے جانتی ہے۔ڈی ووٹ اینگلیکن(Devout Anglicans,)ایک سخت نظم وضبط یاطریق سے پاکیزگی کی پیروی کرنے نکلے اوراِس طرح اِنہیں میتھوڈِسٹ قرار دِیا گیا۔ویسلی بردران بھی انگلینڈ میں بشارتی بیداری کے علمبردار بن گئے۔

موراوینؔ(Moravians) کے نام سے جانے جانے والے جرمن تحریکِ تقویٰ کے داعی (Pietists) نے جان ویسلی کو گہرا متاثر کیا۔موراوینؔ کی قیادت نکولس وون زنزینڈورف(Nicolaus von Zinzendorf)نے کی۔ جیکب اسپینر (Spener Jacob)کی گرم جوشی سے متاثر ہو کر زنزینڈورف نے ہم خیال اِیمان داروں کی ایک جماعت اِکٹھی کی، جو اٹھارویں صدی کے جرمنی کے بے جان لوتھرن ازم کے مقابلے میں زیادہ تجرباتی اِیمان کے خواہاں تھے۔اٹھارویں صدی میں اُن کی مشنری کاوش پوری دُنیا میں مشہور تھی۔

بالآخر ۱۷۳۸عیسوی میں ویسلی کا تبدل لندن کے ایلڈرس گیٹ سٹریٹ (Aldersgate Street) میں موراوینؔ کے اجلاس میں ہوا۔رومیوں کے نام خط پر مارٹن لوتھر کی تفسیر کا دیباچہ بلند آواز میں پڑھا جارہا تھا کہ ویسلی نے لوتھر کے اِس بیان کو سُن کر اپنے دِل کو ''عجیب طور پر گرم'' محسوس کیا کہ کیسے خدا اِیمان کے ذریعے سے دِل میں تبدیلی لاتا ہے۔ویسلی نے وہاں نجات اور گناہوں کی معافی کی یقین دہانی حاصل کی۔ ''نئی پیدائش'' کے طور پر پیش کی جانے والی یہ تجرباتی تاکید، عظیم بیداری اور وائٹ فیلڈ، ویسلی اور اُس دَور کے دیگر لوگوں کی بشارتی منادی کا مرکز بن گئی۔

نیو انگلینڈ میں پیوریٹن کے بیٹوں میں بھی بیداری کا آغاز ہوا۔جوناتھن ایڈورڈز(Jonathan Edwards)نے میساچوسٹس (Massachusetts)کی اپنی کلیسیائی جماعت میں ہونے والی حیرت انگیز بیداری کا ایک بیان لکھا۔نارتھمپٹن (Northampton) میں ایڈورڈز کی پاسبانی خدمت کے ابتدائی سالوں میں اُس کے پیروکار ظاہری طور پر راسخ العقیدہ تھے، لیکن وہ باطنی مذہب کی چند نشانیاں بھی ظاہر کرتے تھے۔ ۱۷۳۰عیسوی کے اوائل میں، ایڈورڈز نے گناہ کے بارے میں بڑھتی ہوئی حساسیت کا مشاہدہ کیا۔ تقریباً بارہ سو لوگوں کے ایک قصبے میں، ایڈورڈز کے حساب کے مطابق، چھ مہینوں میں تقریباً تین سو لوگوں کو

نجات دی گئی۔ ۱۷۳۵عیسوی میں جب بیداری کے عروج پر تھی تو ایک ہفتے میں تقریباً تیس افراد نے اپنے تبدل کا اقرار کیا۔ جلد ہی تمام کالونیوں میں بیداری کا آغاز ہونے لگا۔ صِرف نیو انگلینڈ، جہاں کی آبادی تقریباً چوتھائی ملین تھی، میں تبدل کرنے والوں کا تخمینہ، پچیس ہزار سے پچاس ہزار کے درمیان تھا۔

اِس بیداری میں مقامی امریکیوں کے درمیان مرتکز مشن کی تگ و دو بھی شامل تھی۔ جان ایلیٹ (John Eliot) کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ڈیوڈ بریزڈ (David Brainerd) اور ایڈورڈز خود نئی دُنیا کے مقامی لوگوں میں بشارت کے کام کے لئے نکلے۔ اگرچہ اُن کی کوششوں کے ملے جلے نتائج برآمد ہوئے، لیکن بریزڈ کی روحانی ڈائری (Diary) آج بھی مشنریوں کے لئے ایک تخلیقی تحریک بنی ہوئی ہے۔

اِس ڈوبتی ہوئی دُنیا کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ استدلال نہیں، بلکہ وہ نجات بخش فضل ہے جو لوگوں کو مسیح کے لئے بدل دیتا ہے۔ عظیم بیداری کے رہنماؤں نے اِس حقیقت کو ظاہر کیا۔ عظیم بیداری کے بشارتی جذبے نے ایک اہم مشنری توسیع کو جنم دِیا، جس کا مقصد مسیح یسوع کے لئے پوری دُنیا تک پہنچنا تھا۔ اِس بیداری نے خدا کے کلام کی پہچان کے ذریعے سے فضل میں تبدل اور نشوونما پر توجہ مرکوز کی۔ آج ہم اِس میراث کا احترام کرتے اور اِسے جاری رکھتے ہیں۔

اُنیسویں صدی

جدید علمِ الٰہی اور بادشاہی کے معماروں کا آغاز

اُنیسویں صدی کے دوران میں دو جرمن فلسفیوں نے کلیسیا پر گہرا اثر ڈالا: عمانوایل کانٹ (Immanuel Kant) اور فریڈرک شلائرماخر (Friedrich Schleiermacher)۔اِن دو شخصیات نے جدید علمِ الٰہی پر گہرا اثر ڈالا۔ کانٹ نے استدلال کیا کہ ہمارے لئے خدا کی فوری پہچان حاصل کرنا ناممکن ہے۔اِس کے فلسفے کا ایک حصہ یہ تھا کہ ہماری تمام تر پہچان شعوری تجربے سے حاصل ہوتی ہے،اِس لئے یہ ناممکن ہے کہ ہم کسی ایسی چیز کی فوری پہچان حاصل کر سکیں جو ہمارے شعوری تجربے میں پوشیدہ ہو۔ ہم اِس دُنیا کو جان سکتے ہیں جس میں ہم رہتے ہیں، لیکن جب اُن چیزوں کی بات آتی ہے جو مادی دُنیا سے ماوراہیں، جیسا کہ خدا کے کام، تو ہم اِن باتوں کی پہچان نہیں کر سکتے۔اِس بنیاد پر، کانٹ نے عقلیت پسندوں کے فطری علمِ الٰہی اور تحریکِ تقویٰ کے داعی کے تجرباتی مذہب دونوں کی تردید کی۔

شلائرماخر ایک فلسفی تھا جس نے کلیسیا میں بطورِ پاسبان خدمت سرانجام دی۔اُس نے یورپ میں مسیحیت کو حقیر اور جدید تقاضوں کے برعکس سمجھا۔ شلائرماخر مسیحی اِیمان کی بازیافت کے لئے فکرمند تھا۔ یہ ثقافت کی خواہشوں پر مبنی مذہب کے تصور کا ردِ عمل تھا۔ شلائرماخر نے اِیمان کی ہیئت، خدا کے ساتھ تعلق،اور یسوع مسیح کی شخصیت اور کام کی نئی اِصطلاح کو بیان کیا۔اُس نے مذہب کو خدا پر اِنحصار کے احساس کے طور پر بیان کیا۔اُس نے کہا کہ جانفشانی کرنے کے لئے یسوع مسیح ایک نمونہ ہے،اور کلیسیا محض افراد کی ایک جماعت ہے جو مشترکہ تجربے کا اشتراک کرتی ہے۔ اُس نے تجربے کے لئے راسخ العقیدہ مسیحی نظریے کو ترک کر دیا۔

اگرچہ،اِن شخصیات کے نقطہء نظر مختلف تھے لیکن اِن کے نتائج آپس میں مطابقت رکھتے تھے۔اِنہوں نے اتفاق کیا کہ خدا، بہترین طور پر ہمارے تجربے کی پیداوار ہے۔ تجربے نے حقیقت کا انکشاف کیا۔ استدلال اور مکاشفہ دونوں کو اِیمان سے الگ کر دِیا گیا اور اِیمان بذاتِ خود ایک احساس میں تبدیل ہو گیا۔ نتیجتاً، آج بہت سے لوگ خدا کی معروضی پہچان پر یقین نہیں رکھتے۔

تاہم، دو عظیم بیداریوں میں خدا کا کام آگے بڑھا، اوّل: صدی کے آغاز میں ریاستِ ہائے متحدہ امریکہ میں دوسری عظیم بیداری، اور دوم: بحرِ اوقیانوس کے دونوں اطراف ۱۸۵۹ کی بیداری، اور اِس کے علاوہ مختلف مقامات میں کم بیداری کا ذکر نہیں کیا گیا۔ کلیسیا ایک بار پھر اپنی حقیقی بلاہٹ کے لئے بیدار ہوئی— تاکہ زمین کی انتہا تک اِنجیل کی منادی کی جائے۔ یورپ اور شمالی امریکہ کے بہت سے حصوں سے مشنری افریقہ، ایشیا اور لاطینی امریکہ میں خدا کی بادشاہی کو قائم یا تعمیر کرنے کے لئے نکلے۔

خدا کی بادشاہی کے اِن معماروں میں سے ایک ولیم کیری (William Carey) تھا۔ جو کاروبار کے اعتبار سے موچی تھا۔ خدا نے اُس کے دِل کو تھاما اور اُسے دُنیا میں بشارت کے لئے ایک رُؤیا دی۔ وہ ۱۷۹۳ اعیسوی میں موچی کی حیثیت سے ہندوستان گیا۔ پانچ سال کے اندر اندر اُس نے سنسکرت زبان سیکھی اور پھر پوری بائبل کا ترجمہ بنگالی زبان میں کر لیا۔ کیری نے اپنی زِندگی کے اختتام تک بائبل مقدس کے چھتیس زبانوں میں تراجم کی نگرانی کی اور اِس نے اُنیسویں صدی کی عظیم مشنری تحریک کے آغاز میں بھی مدد کی۔ اِس دَور کا ایک اَور عظیم مشنری ہنری مارٹن (Henry Martyn) تھا، جس نے نئے عہد نامے کا ہندوستانی، عربی اور فارسی زبان میں ترجمہ کیا، اور اِس نے یسوع مسیح کی خوش خبری پھیلانے کے لئے اپنی جان قربان کر دی۔ دیگر مشنریوں میں رابرٹ موفٹ (Robert Mofat)، ڈیوڈ لیونگ سٹون (David Livingstone)، جان پیٹن (John Paton)،، اینڈریو گورڈن (Andrew Gordon) اور ہڈسن ٹیلر (Hudson Taylor) شامل تھے۔ یہ برطانوی سلطنت کی زبردست توسیع کے دِن تھے، اور اِس تناظر میں خدا نے اپنے بندوں کو زمین کی اِنتہا تک بھیجا۔

کلیسیا کی بیداری اور اِس کے مشنری کارناموں کی حوصلہ افزائی چارلس سپرجن (Charles Spurgeon) جیسے باصلاحیت واعظین کی منبر کی خدمت نے کی، جس کے وعظ شاید ہی کلیسیا کی تاریخ میں کسی بھی دوسرے واعظ کے مقابلے میں زیادہ لوگوں نے پڑھے ہوں۔ اِس کے بعد بھی انجیل امریکہ اور اِس سے باہر پرنسٹن سیمنری (Princeton Seminary) کے اثر و رسوخ کے ذریعے، آرچی بالڈ الیگزینڈر (Archibald Alexander)، سیموئیل ملر

(Samuel Miller)اور چارلس ہاج(Charles Hodge) جیسے دِین دار علماء کی سرپرستی میں پھیلی،اِن شخصیات نے اِنجیل کے وفادار پاسبانوں کی نسلوں کواِصلاحی سچائی کی تعلیم دی۔

یہ سب شخصیات اَور بہت سے لوگ یسوع مسیح میں خدا کے کلام اور خدا کی پہچان کو زمین کی انتہا تک لے گئے۔ ثقافتی خواہشیں خدا کے کلام کی قوت اور سچائی کو کہیں بھی نہیں لے جا سکی۔ تاہم خدا نے اپنی حکمت کا مظاہرہ اِس طرح کیاکہ جب یورپ میں لوگوں نے انجیل کو حقیر سمجھنا شروع کیاتو وہ پہلے ہی اِس خوش خبری کو کہیں اَور لے جانے کی تیاری کر رہا تھا۔یقیناً، ہمیں دُعا کرنی چاہیے کہ خدا ہمیں آج دُنیا میں اِنجیل کی منادی کے اعلان کے اِس کام کو جاری رکھنے کے لئے استعمال کرے۔

بیسویں صدی

تناقضوں کے دور

بیسویں صدی عظیم تناقضوں کا دَور تھا، کیوں کہ کلیسیا دُنیا کے بعض حصوں میں زوال کا شکار تھی، لیکن دیگر حصوں میں بڑھتی اور ترقی کر رہی تھی۔ پہلے دو عشروں میں، مغرب میں بہت سے لوگوں نے نسلِ انسانی کے لئے امن اور ترقی کے سنہری دَور میں مسیحیت کی فتح کی رَوٗیا دیکھی، لیکن یہ رَوٗیا دو عالمی جنگوں کے قتلِ عام اور تباہی میں دم توڑ گیا۔

عقلیت پسندی جدیدیت نے مقدس کتاب کی حقانیت پر حملہ کیا، اور بڑے مذہبی فرقوں کو تیزی سے زوال کی جانب دھکیل دِیا، جیسا کہ "کتابِ مقدس کی جنگ" نے اُنہیں گھیر لیا تھا۔ اِسی دوران میں پینتی کوست ازم(Pentecostalism) ، میتھوڈازم کی ایک چھوٹی سی شاخ کے طور پر نمودار ہوئی، اور ۱۹۷۰ عیسوی کی کرشماتی تحریک (Charismatic Movement) کے ذریعے سے مسیحی دُنیا میں ایک اہم تیسری طاقت بن گئی۔ اِصلاحی اِیمان اِس صدی کے ابتدائی عشروں میں ماندہ پڑھنے لگا، لیکن ۱۹۶۰ عیسوی کے بعد سے بحرِ اوقیانوس کے دونوں اطراف میں بحال ہونے لگا، اور اب یہ ترقی پذیر دُنیا کے بہت سے حصوں تک اپنی رسائی کو بڑھا رہا ہے۔

جیسے جیسے زوال پذیر مغربی کلیسیائیں مشنری کاموں سے پیچھے ہٹتی گئیں، تو کلیسیائی رُکنیت میں اور آمدنی میں کمی کے دباؤ کی وجہ سے افریقہ اور ایشیا کی ابتدائی کلیسیاؤں میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا۔

اشراکیت (کمیونزم) نے مادیت اور الحاد کے نام پر مسیحیت کو تباہ کرنے کے لیے ایک طویل اور وحشیانہ مہم چلائی لیکن ناکام ہو کر تاریخ کے کوڑے دان میں جا گری۔ آج روس میں ایک متحرک کلیسیا ہے، اور چین میں دُنیا کے کسی بھی دوسرے ملک کے مقابلے میں زیادہ مسیحی آباد ہیں۔ مغرب میں کلیسیا کے اِیمان اور تعداد میں کمی واقع ہوئی جس کی وجہ جدیدیت کا زہر، سیکولر

ازم کے ہاتھوں شکست خوردہ دُنیا پرستی بن گیا۔ لیکن خدا نے اپنا کلام زمین کی انتہا تک پہنچانا جاری رکھا، مسیح یسوع کے ذریعے سے لوگوں کو اپنے پاس بلایا، ہر جگہ کلیسیائیں قائم کیں، اور مخلصی پانے والے لوگوں کے دِلوں میں اپنی ابدی بادشاہی کی تعمیر کی۔

بیسویں صدی یورپ اور شمالی امریکہ کی کلیسیاؤں کے لئے کٹھن تھی۔ صدی کے آغاز میں بہت سے مقامات پر ہر شخص یقینی طور پر چرچ جاتا تھا۔ بشارتی علمِ الٰہی اور بائبلی کیلون ازم کی تردید کو بدلتے وقت کے لئے ایک ضروری تصفیہ کے طور پر سمجھا جاتا تھا؛ اور بہت کم لوگ دیکھ سکتے تھے کہ ۱۹۶۰عیسوی کی علمِ الٰہی جسے "خدا کی موت" (Death of God) کہا گیا اِس کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔ ایک وقت کے لئے کارل بارتھ (Karl Barth) کی فریب کار "نیو آرتھوڈوکسی" نے کلیسیا کو بنجر اور تباہ کن جدیدیت سے نجات دینے کا وعدہ کیا، لیکن کارل نے محض اِس کے سب سے زیادہ پُرجوش حامیوں کو مایوس کرنے کے لئے ایسا کیا۔ دو عالمی جنگوں کے نتیجے میں ہزاروں افراد نے برطانیہ، نیدرلینڈ، اور یورپ کے دیگر حصوں میں چرچ جانا چھوڑ دیا تھا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ۱۹۵۰عیسوی کے دوران میں لوگوں کے گرجا گھر جانے میں اضافہ ہوا، اور صرف ۱۹۶۰عیسوی میں اِس میں تیزی سے کمی واقع ہوئی، حالاں کہ لوگوں کا کلیسیا جانے کا یہ رجحان یورپ کے مقابلے میں کافی زیادہ تھا۔

عمومی اصول میں مستثنیات تھے۔ بشارتی حلقوں کو دیر سے احساس ہوا کہ اُن کے مذہبی فرقوں کو جدیدیت نے ہائی جیک کیا تھا اور اُنہوں نے اِیمان کے "بنیادی اصولوں" کے نام پر احتجاج کرنا شروع کر دیا۔ بہتر یا بدتر طور پر "بنیاد پرستی" امریکی کلیسیا کی زندگی میں ایک طاقت بن گئی۔ بے اِیمانی کی لہر کو روکنے کے لئے بلی سنڈے (Billy Sunday) اور بعد میں بلی گراہم (Billy Graham) کی قیادت میں شہری مراکز میں بڑے پیمانے پر بشارتی مہمات کا اہتمام کیا گیا۔ تاریخی اصلاحی ایمان کی بحالی کی تحریکوں کی قیادت ویسٹ منسٹر سیمنری اور آرتھوڈوکس پریسبیٹیرین چرچ کے بانی جے گریشم میچن (J. Gresham Machen) جیسے قابل شخص نے کی۔ برطانیہ میں، ڈی مارٹن لائیڈ جونز (D. Martyn Lloyd-Jones) نے لندن کے ویسٹ منسٹر چیپل کی طرف بڑے کلیسیائی اجتماعات کو متوجہ کیا اور اِس کے اثر و رسوخ کے ذریعے سے بینر آف ٹرتھ ٹرسٹ (Banner of Truth Trust) نے اِصلاحی اور پیوریٹن علمِ الٰہی کے حیرت انگیز لیکن عرصے سے فراموش کئے گئے کاموں کو دوبارہ شائع کرنا شروع کیا۔

اِسی دوران میں ترقی پذیر تیسری دُنیا کی چھوٹی کلیسیائیں جو اُنیسویں صدی میں مشنریوں کے ذریعے سے قائم کی گئیں تھیں، بڑھنے لگیں۔ لاطینی امریکہ میں، پینتی کوست ازم (Pentecostalism) نے رومن کیتھولک مذہب کی آہنی گرفت کو توڑنے میں کامیابی حاصل کی۔ پریسبیٹیرین اور اصلاحی کلیسیائیں، کیریبین جزائر کے ساتھ ساتھ وسطی اور جنوبی امریکہ میں بھی قائم کی گئی۔ براعظم ایشیا کے مختلف ممالک، جیسا کہ چین میں کئی قسم کے مسیحی پائے گئے، کوریا میں پریسبیٹیرین کلیسیاؤں کا ایک بڑا خاندان، اور ہندوستان، پاکستان، سری لنکا اور دیگر جگہوں پر اصلاحی کلیسیاؤں کی ایک نمایاں تعداد موجود تھی۔ جہاں تک براعظم افریقہ کا تعلق ہے، مسیحیوں کی ایک بڑی تعداد ہر قسم کی کلیسیاؤں سے منسلک تھی، جو اکثر شمال سے پھیلنے والی اسلامی طاقتوں سے متصادم ہوتی تھیں۔

مشرقِ وسطیٰ میں تاریخی مسیحی آبادی اسلامی مجاہدوں کے ہاتھوں ظلم و ستم کی وجہ سے سکڑ رہی تھی۔ پاکستان، انڈونیشیا اور دُنیا کے دیگر ممالک میں اسلام کے ساتھ تصادم جاری ہے۔ لیکن کلیسیا کی تاریخ کا ریکارڈ ہمیں مسیح کے ساتھ مضبوطی سے قائم رہنے کی تعلیم دیتا ہے، اور اِس بات کی یقین دہانی کرتا ہے کہ یسوع مسیح ہمیشہ یہاں تک کہ دُنیا کے آخر تک ہمارے ساتھ ہے۔ وہ اپنی کلیسیا اور بادشاہی کو تمام نسلوں کے لئے تعمیر کرے گا۔